13.70

اماں جی

مرحومہ و مغفورہ

مولانا عبدالقیوم حقانی کی سحر انگیز قلم سے ایک حیرت انگیز، روح پرور اور ایمان افروز داستانِ عبرت جسے پڑھ کر پتھر دل نرم اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ ایک ایسی داستان، جو سبق آموزی میں سب کے لئے یکساں ہے

تالیف

مولانا عبدالقیوم حقانی

القاسم اکیڈمی ● جامعہ ابوھریرہ

خالق آباد ● ضلع نوشہرہ ● سرحد۔ پاکستان

2005

اماں جی مرحومہ ومغفورہ

مولانا عبدالقیوم حقانی

❀❀❀

مولانا عبدالقیوم حقانی کی سحر انگیز قلم سے ایک حیرت انگیز' روح پرور اور ایمان افروز داستانِ عبرت جسے پڑھ کر پتھر دل نرم اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہے۔ایک ایسی داستان' جو سبق آموزی میں سب کے لئے یکساں ہے۔

❀❀❀

القاسم اکیڈمی' جامعہ ابوھریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق بحق القاسم اکیڈمی محفوظ ہیں

84333

نام کتاب ---------- اماں جی مرحومہ ومغفورہ

تصنیف ---------- مولانا عبدالقیوم حقانی

کمپوزنگ ---------- حافظ محمد طاہر / جان محمد جانؔ

ضخامت ---------- 132 صفحات

تاریخ طباعت بارِ دوم ---------- ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ/ دسمبر 2005ء

ناشر ---------- القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، نوشہرہ

ملنے کے پتے

☆ صدیقی ٹرسٹ، صدیقی ہاؤس، المنظر اپارٹمنٹس 458 گارڈن ایسٹ، نزد لسبیلہ چوک، کراچی

☆ مولانا سید محمد حقانی ، مدرس جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ

☆ کتب خانہ رشیدیہ ، مدینہ کلاتھ مارکیٹ ، راجہ بازار ، راولپنڈی

☆ مکتبہ سید احمد شہید ، ۱۰ الکریم مارکیٹ ، اردو بازار ، لاہور

☆ زم زم پبلشرز ، نزد مقدس مسجد ، اردو بازار ، کراچی

☆ مکتبہ بخاری، صابری مسجد گلستان کالونی مرزا آدم خان روڈ، لیاری کراچی

☆ مولانا خلیل الرحمٰن راشدی صاحب، جامعہ ابوہریرہ، چنوں موم ضلع سیالکوٹ

اس کے علاوہ اکوڑہ خٹک اور پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے

Marfat.com

فہرستِ مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
کچھ اپنی بات	۹
ماں باپ کا مقام، حیثیت و عظمتِ شان	۱۵
قرآنی ہدایات	۱۵
نبوی تعلیمات	۱۶
والدین اولاد کی جنت و جہنم ہیں	۱۶
اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے	۱۶
والدہ کے اولاد پر حقوق	۱۶
جس نے والدین کی خدمت نہیں کی وہ ذلیل ہوگیا	۱۷
والدین کی خدمت بھی جہاد ہے	۱۷
جہاد کے لئے والدین کی اجازت	۱۸
ماں کے قدموں میں جنت	۱۹
والدین کی فرمانبرداروں کا بیان	۱۹
ماں نہ ہو تو خالہ کے ساتھ حُسنِ سلوک	۱۹
والدہ مشرکہ ہو تب بھی صلہ رحمی ضروری ہے	۲۱
انتقال کے بعد والدین کے حقوق	۲۱
والدین کے دوستوں کے ساتھ حسنِ سلوک	۲۲
زندگی میں والدین کی نافرمانی اولاد بعد المرگ کیا کرے	۲۳
والدین کی خدمت عمر میں برکت	۲۳

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
والدین سے حسنِ سلوک اولاد کے حسنِ سلوک کا باعث بنے گی	۲۳
والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے	۲۴
ماں باپ کو گالیاں نہ دو	۲۴
اماں جی مرحومہ ومغفورہ	۲۵
تہجد کے لئے قیام	۲۵
نزع کے وقت آیتِ کریمہ کا ورد	۲۶
امتحانات کا پُلِ صراط	۲۷
یتیم بیٹے کی تعلیم کا اہتمام	۲۸
محنت مزدوری اور مشقت	۲۹
ذوقِ تلاوت اور درس وتدریس	۲۹
کسمپرسی کی حالت	۳۰
سورۃ یٰسین کی برکتیں	۳۱
نقشِ ہزار رنگ	۳۱
والدِ مرحوم کی علالت اور خدمت	۳۲
اللہ پاک یتیموں کا سہارا بن جاتے ہیں	۳۳
عمامہ کا اہتمام	۳۳
میٹرک کیلئے داخلہ کا مرحلہ	۳۴
شدت کی بارش، رات کی تاریکی اور اماں جی کا طویل پیدل سفر	۳۶
دھڑکتے ہوئے دل کی دعاؤں کے ثمرات	۳۷
دارابن ہائی سکول کے ہاسٹل میں	۳۸
دسویں جماعت کے امتحان میں کامیابی	۳۸
اکابر علماءِ دیوبند کی ملاقات (۱۹۷۱ء/۷۰ء) کا الیکشن	۳۹
اماں جی مولانا مفتی محمودؒ کی پولنگ ایجنٹ	۴۰
صاحبزادہ مولانا عبدالحلیمؒ فاضل دیوبند کی صحبت کی برکت	۴۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
کارخانے کی ملازمت راس نہ آئی	۴۰
اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے دینی تعلیم کی اجازت دیدی	۴۲
دینی تعلیم کی تحصیل سے قبل ایک شدید امتحان	۴۲
غلام مصطفیٰ خان تھانیدار اور نجم المدارس کلاچی میں داخلہ	۴۴
ایمان دار خاتون کا تاریخی کارنامہ	۴۴
نجم المدارس میں نئی زندگی کا آغاز	۴۵
تعلیم وتربیت کی ایک مثال	۴۶
دھڑکتا ہوا دل	۴۷
اولاد کے اعمال، صدقۂ جاریہ	۴۷
جب اُستاذ کا دل خوش ہوگیا	۴۹
قاری صاحب آ گئے	۴۹
بچوں میں دینی اور نیم سیاسی کام	۵۰
مہمانوں کی خدمت اور سخاوت	۵۱
اچھے دوست	۵۲
محلّہ کی مسجد پر جمعیت کا جھنڈا	۵۲
ماموں کے گھروں میں شادیاں	۵۳
خدا کی رضا دین کے کام میں ہے	۵۴
بڑی ہمشیرہ صاحبہ امتحان کا ایک اور مرحلہ	۵۵
گندم کی روٹی پر لڑائی	۵۷
پیشۂ حصولِ رزقِ حلال	۵۷
اربابِ علم وکمال کے محرکات	۵۸
جب گھر میں افلاس کی بہار تھی	۵۹
جب اپنے ہاتھ خالی ہوں	۵۹
جب صراحی خالی ہو	۶۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
مخلوق نہیں خالق کے درِ دولت پر	٦١
دینی اور علمی زندگی کی خشتِ اوّل	٦٣
تبلیغی جماعت یا خضرِ راہ	٦٤
ایک قیامت خیز واقعہ	٦٦
جب دینی طالب علمی کا باقاعدہ آغاز ہوا	٧٠
نصیحت کا حکیمانہ انداز	٧٠
ایک نوجوان ساتھی کا طنز کام کر گیا	٧١
مولانا محبّ الرحمان شہیدؒ کی شفقتیں	٧٢
صرف چار کتابیں ملیں اور سماع بھی روک دیا	٧٣
استادِ مکرم مولانا عزیز الرحمان صاحبؒ	٧٤
کتاب پر اِعراب نہیں تو کیسے پڑھوں	٧٥
اقبال کی نظم	٧٦
ایک مقدس لفظ ''ماں'' کی تشکیل	٧٧
مشاہیر کے اقوال	٧٧
ماں کی خدمت کی برکت سے قلب انوارِ الٰہی سے معمور ہو گیا	٧٩
نجم المدارس کلاچی میں سالِ اوّل	٧٩
اماں جی مرحومہ کے خطوط	٨٠
سفر بھی امتحان ہوتا ہے	٨١
قرآن ہی اصل علم ہے	٨٢
ترجمۂ قرآن میں پہلی شرکت	٨٢
اماں جی مرحومہ نے امتحان لیا	٨٣
عشقِ رسول ﷺ	٨٣
تم آ گئے تو بہار آ گئی چمن کی طرح	٨٤
قصیدۂ طوبیٰ	٨٥

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
جب اللہ ہے تو غم کاہے کا	۸۵
سراپا مجسمۂ دُعا	۸۶
دو شخصیتیں	۸۶
مولانا سید عبدالعزیز شاہ کا جلسہ	۸۷
میں تو اللہ کا نام لیتی ہوں	۸۸
ابتدائی تقریر، اجتماع اور اماں جی کی دُعا	۸۸
طالب علمانہ شوخیاں	۸۹
اپنے ایک خاندانی بزرگ کی بھبتیاں	۹۰
اندازِ بیان	۹۰
دورانِ بیان اماں جی کی توجہ و دُعا	۹۱
نمازِ عید سے قبل تقریر کے لئے مساعی	۹۱
حکمت و تدبیر اور مشورہ کی برکت	۹۳
اب انتقام لینا ہے	۹۴
منصبِ مادریت	۹۴
ماں کی دعا سے حیات ملی	۹۵
اپنے سگے ماموں	۹۶
ماموں کے نام ایک دردانگیز خط	۹۷
طالب علمی کے سالِ اوّل کی یادگار تحریر	۹۸
تا بکے در غمِ تو نالۂ شبگیر کنم	۱۰۰
سابقہ تحریر پر قارئین کے خطوط	۱۰۵
دینی مدارس کے طلباء کے خطوط	۱۰۶
اُردو تحریر کی بنیاد	۱۰۶
اماں جی مرحومہ و مغفورہٗ کا درسِ قرآن	۱۰۶

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
مترجمِ قرآن	۱۰۷
حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی	۱۰۷
کراچی سے وی پی آ گئی	۱۰۸
بات پندرہ روپے کی	۱۰۹
گھر میں کتاب پڑھ کر سنانا	۱۱۰
بالاستیعاب مطالعہ	۱۱۰
یہ تھیلی تمہارے ہی لئے ہے	۱۱۰
اولاد کے ساتھ علماء کا بھی حصہ	۱۱۱
حسن بن زیادؒ کیلئے وظیفہ	۱۱۲
ماں کا سب سے مقدس رشتہ	۱۱۳
والدین کیلئے مغفرت کی دُعا کا اہتمام	۱۱۴
ماں باپ کو گالی دینا گناہِ کبیرہ ہے	۱۱۴
مغرب میں خاندان کا تصور	۱۱۵
ماں کی مشقتیں	۱۱۶
والدہ کے ایک سانس کے حق کی ادائیگی بھی نہیں ہوسکتی	۱۱۷
اور دُکان واپس کر دیا	۱۱۸
والدِ مرحوم کے قرض ادا کرادیئے	۱۲۱
علماء سے محبت	۱۲۲
علماء کے لئے قربانی اور ڈیوٹی	۱۲۳
حکیمانہ مشورہ	۱۲۳
تحصیلِ علمِ دین کی اجازت	۱۲۴
ایک دردناک کہانی	۱۲۵
لاعلاج کینسر کا کامیاب معالجہ	۱۲۷

Marfat.com

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

کچھ اپنی بات

الحمدلحضرۃ الجلالۃ والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الرسالۃ

شاید آغازِ حیاتِ بشر ہی سے جب سے رشتوں کے تقدس کا احساس قلبِ انسانی میں موجوں کی صورت میں ابھرنے لگا۔ ماں کا رشتہ سب سے زیادہ مقدس ٹھہرا۔ جو مٹھاس، وارفتگی، ٹھنڈک اور اطمینان کی کیفیت اس رشتے سے وابستہ ہے کسی اور سے نہیں۔ ماں کا لفظ محبت ورحمت کا بدل ہے۔ ماں کا احترام انسانی معاشرے کی بقا کا دوسرا نام ہے، مغرب میں خاندان کے تصور میں جو توڑ پھوڑ ہوئی ہے اس سے ہر فرد تنہا ہوکر رہ گیا ہے۔ بے حیائی اور بدکاری نے لاکھوں کروڑوں انسانوں سے ماں باپ کی شفقت چھین لی ہے اس سے مغربی معاشرہ جس فساد اور کرب کا شکار ہوا ہے۔ اس کا احساس آہستہ آہستہ مغرب کے معاشرہ شناسوں میں تقویت پکڑ رہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کچھ عرصہ سے خاص طور پر ''مدرڈے'' کا اہتمام کیا جانے لگا ہے اس روز اولاد ماں باپ کے ساتھ دن گزارنے کی کوشش کرتی ہے۔ ان کی خدمت میں تحفے پیش کرتی ہے لیکن ماں کی محبتوں سے محرومی کا مداوا ایک دن کی نمائش سے نہیں ہوسکتا۔ ماں باپ کی صحبت میں کچھ وقت گزارنے اور ان کی شفقتوں کو سمیٹنے کی انسان کو ہر روز ضرورت ہوتی ہے۔

Marfat.com

ایک شخص نے محمد عربی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! میری نیکی اور خدمت کا زیادہ حق دار کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں، اس نے پھر پوچھا اس کے بعد کون؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے پھر پوچھا آپؐ نے فرمایا تیری ماں۔ جب چوتھی بار اس شخص نے یہی سوال دہرایا تو آپؐ نے فرمایا تیرا باپ۔ علامہ اقبال مرحوم ماں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں

تربیت سے تیری میں انجم کے ہم قسمت ہوا
گھر میرے اجداد کا سرمایہ ٔ عزت ہوا
دفتر ہستی میں تھی زرّیں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات
عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
میں تیری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بسی
تخم جس کا تو ہماری کشت جان میں بو گئی
شرکتِ غم سے وہ الفت اور محکم ہو گئی

احقر کی والدہ ماجدہ یعنی اماں جی مرحومہ و مغفورہ 5 نومبر 1998ء کو اس دنیا سے رخصت ہوئیں تو ان کے سانحہ ارتحال پر ماہنامہ القاسم میں کچھ لکھنا شروع کیا اماں جی مرحومہ و مغفورہ کی محبتوں اور شفقتوں کے حوالے سے جو واقعات یاد آتے گئے وہ صفحہ قرطاس کی زینت بنتے گئے۔ اماں جی کب بھلائی جا سکتی ہیں ان کی شفقتیں ستاتی ہیں جب سے ان کا سایہ رحمت رخصت ہوا تب سے سنبھل سنبھل کر قدم رکھنے کے باوجود قدم قدم پر مشکلات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تب پتہ چلتا ہے کہ اماں جی کی مستجاب دعاؤں والا سہارا رخصت ہو چکا۔ ہم گناہ گار اب اماں جی کو کب واپس

Marfat.com

لا سکتے ہیں۔آج عملاً اماں جی کی دعا اور زیارت سے محروم ہو چکے ہیں مگر تخیل کی دنیا میں اب بھی ساتھ رہتی ہیں۔

وہ میرے ساتھ روتی ہے وہ میرے ساتھ ہنستی ہے
تخیّل کے جہاں میں اب بھی میرے ساتھ بستی ہے
زمانے بھر میں کوثر مل نہیں سکتا بدل جس کا
فقط اِک ماں کی ہستی ہے فقط اِک ماں کی ہستی ہے

مولانا جمیل احمد بالاکوٹی نے اپنی وقیع تصنیف ,,ماں کی عظمت،، کے صفحہ نمبر ۱۰۰ پر گگن شاہد کا قول نقل کیا ہے۔

''اگر مجھے پوری دنیا کا شہنشاہ مقرر کر دیا جائے میری رہائش کیلئے وائٹ ہاؤس سے بہترین عالیشان محلات بنائے جائیں دنیا کی بہترین گاڑیاں ہیلی کاپٹر میری دسترس میں ہوں۔میرے دسترخوان پر انواع واقسام کے دنیا کے بہترین کھانے سجے ہوں پہننے کے لئے دنیا کے بہترین کپڑے مہیا ہوں میری خدمت کیلئے سینکڑوں خدمت گار مامور کر دیے جائیں لیکن مجھے صرف اور صرف ماں کی قربت سے محروم ہونا پڑے تب میں اتنی بڑی بڑی نعمتیں ٹھکرا کر ماں کی مقدس آغوش میں پناہ لینا پسند کروں گا''

یہ قول پڑھ کر جہاں والدہ کی خدمت کی سعادت سے محرومی کا احساس ہوا۔ وہاں یہ ارادہ بھی عزمِ صمیم بن کر ابھرا کہ اماں جی مرحومہ ومغفورہ کے متعلق لکھی ہوئی

Marfat.com

تحریروں کو کتابی صورت میں قارئین کے سامنے پیش کردوں۔ جب ماہنامہ القاسم کے لئے یہ تحریریں لکھ رہا تھا اس وقت میرے وہم وگمان میں بھی یہ بات شامل نہ تھی کہ یہ کوئی مستقل تصنیف یا مرتب تاریخ یا طویل مقالہ اور کتابی صورت میں شائع ہوگی لیکن ہوتا وہی ہے جو ربِّ ذوالجلال چاہتا ہے۔

جب اماں جی مرحومہ ومغفورہ کے عنوان سے معنون قسطیں القاسم میں شائع ہوئیں تو ملک بھر سے مخلصین ومحبین اور القاسم کے قارئین کے خطوط موصول ہوئے کہ اس سلسلہ کو کتابی شکل دے دی جائے تو زیادہ نافع ہوگی۔ اس وقت میں نے بعض کرم فرماؤں سے وعدہ بھی کرلیا لیکن شب وروز کی مصروفیات، درس وتدریس، اضیاف کی خدمت، مسلسل اسفار، تصنیف وتالیف کا ہمہ وقتی کام اور مدرسے کی انتظامی ذمہ داریاں اس کام مین تاخیر کا باعث بن رہے تھے۔ احقر نے اپنے لئے ایک معاون کی ضرورت محسوس کی۔ سو میری نگاہ میرے عزیز مولانا عمادالدین محمود کی طرف گئی موصوف پہلے بھی تصنیف وتالیف کے کاموں میں میرا ہاتھ بٹاتے رہتے ہیں۔ فون پر رابطہ ہوا ایک دن بعد مولانا موصوف میرے یہاں تشریف لائے۔ مضامین کی ترتیب وتدوین کا کام بڑی برق رفتاری سے شروع کردیا گیا اور ایک ہی دن میں سارا کام نمٹا لیا اور اب کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

پیش نظر کتاب صرف اماں جی مرحومہ ومغفورہ کا تذکرہ وسوانح ہی نہیں ضمناً ایک یتیم طالب علم کی داستانِ حیات بھی ہے۔ احقر نے زندگی میں بہت سے نشیب وفراز دیکھے۔ میرا بچپن لڑکپن اور شباب کا ابتدائی دور اپنے آبائی گاؤں چودھوان میں گزرا۔ جس ماحول میں آنکھ کھولی وہاں غربت وافلاس کا بسیرا تھا۔ قدیم جاہلیت، عصبیّت اور ضد وعناد نے قریب کے بہت عزیز رشتے بھی پامال کردیے تھے۔ بچپن ہی

Marfat.com

میں والدمرحوم کا سایہ اٹھ گیا، خاندانی بزرگوں نے آنکھیں پھیر لیں کیونکہ ہمارا معاشرہ دولت کا معاشرہ ہے۔ یہاں غربت نا قابلِ معافی جرم ہے۔

زندگی اس کی ہے جو صاحبِ دولت ہے مجید
جرم اس عہد میں ہے مفلس و بے زر ہونا

احقر اپنے بارے میں کچھ زیادہ ہی حساس ہے۔اگر چہ احقر کو اپنے ماضی ، بیتے ہوئے دن، بچھڑے ہوئے احباب، اساتذہ اور گزرے ہوئے حالات وواقعات سے از حد دلچسپی ہے۔مگر یہ خوش فہمی مجھے ہرگز نہیں کہ میری آپ بیتیاں، یا سرگذشتیں چھپنے کی چیزیں ہیں تاہم اماں جی مرحومہ ومغفورہ کے تذکرہ کے ضمن میں لازماً اپنے ایسے مشاہدات ، سرگذشتیں اور حالات جن کا بیان ناگزیر تھا نقل ہوتے رہے ۔قارئین پڑھیں گے تو میری اصلاح فرماویں گے۔

اماں جی مرحومہ ومغفورہ کو مجھ گناہ گار سے بے حد محبت تھی۔ جب مجھے دیکھتیں تو ان کا دل باغ باغ ہو جاتا۔ میری تعلیم وتربیت کا سہرا اماں جی مرحومہ ومغفورہ کے سر ہے۔ مجھے بڑا بننے کا شوق ہے نہ میں کبھی اس خود فریبی کا شکار رہا ہوں بلکہ ہمیشہ من آنم کہ من دانم کا خیال مستحضر رہا ہے جو کچھ لکھا ہے یہی مناسب سمجھا کہ اس کو قارئین کے سامنے پیش کردوں کہ یہ بھی ان شاءاللہ اماں جی مرحومہ ومغفورہ کے لئے ایصالِ ثواب اور مغفرت کا وسیلہ بنے گا۔

اب تک جتنا اور جو کچھ لکھا گیا تھا فی الحال اپنے قارئین کے اصرار پر وہی پیشِ خدمت ہے کثرتِ کار اور ہجومِ افکار نے عدیم الفرصت بنا دیا ہے تاہم یہ فرض میرے ذمہ ہے یادداشتیں (ہنٹس) کی صورت میں محفوظ کرتا رہتا ہوں جب بھی اللہ پاک نے توفیق ارزانی فرمائی ۔ان شاء اللہ اسے بھی مرتب ومکمل کر کے شائع کر دیا

Marfat.com

جائے گا۔

دینی مدارس کے طلبہ وطالبات، اساتذہ ومعلمات، عام لکھے پڑھے احباب ومخلصین کو نفع ہوگا اور اماں جی مرحومہ ومغفورہ کے لئے صدقہ، جاریہ بنے گا۔

اگر اللہ ربّ العزت کا کرم شامل حال رہا تو ان شاء اللہ باقی ماندہ داستان اور عبرت انگیز واقعات کو بھی کتابی شکل میں قارئین کے سامنے لایا جائے گا۔ ربّ ذوالجلال سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اماں جی کی خطاؤں سے درگزر کرے ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

عبدالقیوم حقانی

خادم جامعہ ابوھریرہ خالق آباد نوشہرہ

سرحد پاکستان

۱۲ رجب ۱۴۲۵ھ/ ۲۹ اگست ۲۰۰۴ء

Marfat.com

ماں باپ کا مقام' حیثیت وعظمتِ شان

قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآنی ہدایات

○ وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔(بنی اسرائیل:۲۳)

اورتمہارے رب کا قطعی حکم ہے کہ صرف اسی کی عبادت اور پرستش کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھے سے اچھا برتاؤ اوران کی خدمت کرو۔

○ وَ قُل رَّبِّ ارْ حَمْھُمَا کَمَارَ بَّیَانِیْ صغِیْرًا۔(بنی اسرائیل:۲۴)

پروردگار میرے ماں باپ پر رحمت فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت کے ساتھ) پالا تھا۔

○ وَ اِنْ جٰاھَدٰکَ عَلٰی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا وَ صَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوفًا۔(سورۂ لقمان:۱۵)

اوراگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے، جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح گذر بسر کرنا۔

Marfat.com

نبوی تعلیمات

والدین اولاد کی جنت اور جہنم :

○ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاحَقُّ الْوَالِدَیْنِ علیٰ وَلَدِ ھِمَا قَالَ ھُمَا جَنَّتُکَ وَنَارُکَ .(راوہ ابن ماجہ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ: حضرت ﷺ! اولاد پر ماں باپ کا کتنا حق ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ تمہارے جنت ودوزخ ہیں۔

اللہ کی رضا' والد کی رضا میں ہے :

○ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رِضَی الرَّبِ فِیْ رِضَی الْوالِدِ وَسَخُطُ الرَّبِ فِیْ سَخُطِ الْوَالِدِ۔(رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے' اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

والدہ کے اولاد پر حقوق :

○ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ رَجُلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمّکَ ثُمَّ اُمّکَ ثُمّ اُمّکَ ثُمّ اَبَاکَ ثُمّ اَدْنَاکَ فَاَدْنَاکَ. (رواہ البخاری)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ مجھ پر خدمت اور حُسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: تمہاری ماں میں پھر کہتا ہوں تمہاری ماں' میں پھر کہتا ہوں تمہاری ماں کا، اس کے بعد تمہارے باپ کا حق ہے' اس کے بعد جو تمہارے قریب کے رشتہ دار ہوں' پھر جوان کے بعد قریب کے رشتہ دار ہوں۔

جس نے والدین کی خدمت نہیں کیا وہ ذلیل ہو گیا :

○ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِیْلَ مَنْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَنْ اَدْرَکَ وَالِدَیْهِ عِنْدَ الْکِبَرِ اَوْاَحَدَ هُمَا ثُمَّ لَمْ یَدْ خُلِ الْجَنَّةَ۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ وہ آدمی ذلیل ہو' وہ خوار ہو' وہ رسوا ہو' عرض کیا گیا' یارسول اللہ ﷺ کون؟ (یعنی کس کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے) آپ نے فرمایا: وہ بدنصیب' جو ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک ہی کو بڑھاپے کی حالت میں پائے' پھر (ان کی خدمت اور ان کا دل خوش کرکے) جنت حاصل نہ کرے۔

مولانا ظفر علی خان نے اشعار میں یوں ترجمہ کیا ہے ..... ؎

اِک دن نبیؐ نے حلقۂ احباب میں یہ لفظ
دہرائے تین بار کہ ''ناک اس کی کٹ گئی''
اصحابؓ نے کہا کہ وہ بدبخت کون ہے ؟
توقیر جس کی حضرتِ باری میں گھٹ گئی

Marfat.com

ارشاد . یوں ہوا کہ وہ فرزندِ ناخلف
گھر جس کے جنت آئی اور آکر پلٹ گئی
ماں باپ کا جسے نہ بڑھاپے میں ہو خیال
اُس ناسعید بیٹے کی قسمت اُلٹ گئی

والدین کی خدمت بھی جہاد ہے :

○ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُجَاھِدُ ، قَالَ اَلَکَ اَبَوَانِ ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِیْھِمَا فَجَاھِدْ ۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں' آپ نے پوچھا کیا تمہارے ماں باپ ہیں؟ اس نے کہا ہاں ہیں، آپ نے فرمایا: تو پھر ان کی خدمت اور راحت رسانی میں جدوجہد کرو (یہی تمہارا جہاد ہے)۔

جہاد کے لئے والدین کی اجازت :

○ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِالْخُدْرِیِّ اَنَّ رَجُلًا ھَاجَرَاِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْیَمَنِ فَقَالَ ھَلْ لَکَ اَحَدٌ بِالْیَمَنِ ؟ فَقَالَ اَبَوَایَ فَقَالَ اَذِنَا لَکَ؟ قَالَ لَا ،قَالَ ارْجِعْ اِلَیْھِمَا فَاسْتَاذِ نْھُمَا فَاِنْ اَذِنَالَکَ فَجَاھِدْ وَاِلَّا فَبِرَّ ھُمَا ۔ (رواہ ابوداؤد و احمد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کرکے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہونچا' تو آپؐ نے اس سے پوچھا: کیا یمن میں

Marfat.com

تمہارا کوئی ہے؟اس نے عرض کیاہاں میرے والدین ہیں' آپؐ نے دریافت فرمایا: کیا انہوں نے تم کواجازت دی ہے؟(اورتم ان کی اجازت سے یہاں آئے ہو؟)اس نے عرض کیاایساتونہیں ہے آپؐ نے فرمایا:توپھرماں باپ کے پاس واپس جاؤ،اور یہاں آنے کی (اور جہاداوردین کی محنت میں لگنے کی)ان سے اجازت مانگو'پھروہ اگرتمھیں اجازت دے دیں' توآؤاور جہادمیں لگ جاؤ'اوراگروہ اجازت نہ دیں توان کی خدمت اوران کے ساتھ حُسنِ سلوک کرتے رہو۔

ماں کے قدموں میں جنت :

○ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ جَاهِمَةَ اَنَّ جَاهِمَةَ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَدْتُ اَنْ اَغْزُوَ وَقَدْ جِئْتُ اَسْتَشِيْرُکَ فَقَالَ هَلْ لَکَ مِنْ اُمٍّ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَالْزِمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا . (راوه احمد و النسائی)

معاویہ بن جاہمہ سے روایت ہے کہ میرے والد جاہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اورعرض کیا کہ ''میرا ارادہ جہاد میں جانے کا ہے اور میں اس بارے میں مشورہ لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں''۔آپؐ نے اُن سے پوچھا،کیاتمہاری ماں ہے؟انہوں نے عرض کیا''ہاں ہے''۔آپؐ نے فرمایا: توپھرانہی کے پاس اورانہی کی خدمت میں رہو،اُن کے قدموں میں تمہاری جنت ہے۔

والدین کے فرمانبرداروں کا بیان :

○ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِمْتُ فَرَأَيْتُنِىْ فِى الْجَنَّةِ فَسَمِعْتُ فِيْهَا قِرَاءَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا ؟ قَالُوْا حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ كَذَالِكُمُ الْبِرُّ كَذَالِكُمُ الْبِرُّ وَ كَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِاُمِّهٖ .

(رواه البغوی فی شرح السنة والبیهقی فی شعب الایمان)

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں ہوں' وہیں میں نے کسی کے قرآن پڑھنے کی آواز سُنی ،تو میں نے دریافت کیا کہ ''اللہ کا یہ کون بندہ ہے جو یہاں جنت مین قرآن پڑھ رہا ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ ''یہ حارثہ بن النعمان ہیں''..... ماں باپ کی خدمت واطاعت شعاری ایسی ہی چیز ہے۔(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا یہ خواب بیان فرمانے کے بعد فرمایا کہ) حارثہ بن النعمان اپنی ماں کے بہت ہی خدمت گزار اور اطاعت شعار تھے (یعنی اسی عمل نے ان کو اس مقام تک پہنچایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں اُن کی قرأت سُنی)۔

ماں نہ ہو تو خالہ کے ساتھ حسنِ سلوک :

○ عَنِ ابْنِ عُمَرَاَنّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِیْمًا فَھَلْ لِیْ مِنْ تَوْ بَۃٍ ؟ قَالَ ھَلْ لَکَ مِنْ اُمٍّ ؟ قَالَ لَا قَالَ وَھَلْ لَکَ مِنْ خَالَۃٍ؟قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبِرَّھَا۔ (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت! میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے' تو کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے (اور مجھے معافی مل سکتی ہے) آپ نے پوچھا: تمہاری ماں زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا ماں تو نہیں ہے' آپ نے فرمایا، تو کیا تمہاری کوئی خالہ ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں خالہ موجود ہے آپ نے فرمایا: تو اس کی خدمت اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو (اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تمہاری توبہ قبول فرمائے گا اور تمھیں معاف فرمادے گا)

Marfat.com

والدہ مشرکہ بھی ہو تب بھی صلہ رحمی ضروری ہے :

○ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَھِیَ مُشْرِکَۃٌ فِیْ عَھْدِ قُرَیْشٍ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ عَلَیَّ وَھِیَ رَاغِبَۃٌ اَفَاَصِلُھَا ؟ قَالَ نَعَمْ صِلِیْھَا۔ (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور قریشِ مکہ کے (حدیبیہ والے) معاہدے کے زمانے میں' میری ماں جو اپنے مشرکانہ مذہب پر قائم تھی (سفر کر کے مدینہ میں) میرے پاس آئی' تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ کچھ خواہشمند ہے' تو کیا میں اس کی خدمت کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں اس کی خدمت کرو (اور اس کے ساتھ وہ سلوک کرو جو بیٹی کو ماں کے ساتھ کرنا چاہئے)۔

انتقال کے بعد والدین کے حقوق :

○ عَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَہٗ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سَلَمَۃَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّاَبَوَیَّ شَیْئٌ اَبَرُّھُمَا مِنْ بَعْدِ مَوْتِھِمَا ؟ قَالَ نَعَمْ اَلصَّلَاۃُ عَلَیْھِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَھُمَا وَ اِنْفَاذُ عَھْدِھِمَا وَصِلَۃُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَاتُوْصَلُ اِلَّابِھِمَا وَاِکْرَامُ صَدِیْقِھِمَا۔ (رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ)

ابواُسید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وقت جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے بنی سلمہ میں سے ایک شخص آئے' اور انھوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ: کیا میرے ماں باپ کے مجھ پر کچھ ایسے بھی حق ہیں جو ان کے

Marfat.com

مرنے کے بعد مجھے ادا کرنا چاہئیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں ان کے لیے خیر ورحمت کی دعا کرتے رہنا، ان کے واسطے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش مانگنا، ان کا اگر کوئی عہد معاہدہ کسی سے ہوا ہو تو اس کو پورا کرنا' ان کے تعلق سے جو رشتے ہوں ان کا لحاظ رکھنا اور ان کا حق ادا کرنا، اور ان کے دوستوں کا اکرام واحترام کرنا۔

والدین کے دوستوں کے ساتھ حُسنِ سلوک :

○ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّی اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلّمَ مَنْ اَحَبَّ اَن يّصِلَ اَبَاهُ فِیْ قَبْرِهِ فَلْيَصِلْ اِخْوَانَ اَبِيْهِ بَعْدَه' ۔(رواه ابن حبان)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی یہ چاہے کہ قبر میں اپنے باپ کو آرام پہنچائے اور خدمت کرے تو باپ کے انتقال کے بعد اس کے بھائیوں کے ساتھ وہ اچھا برتاؤ رکھے' جو رکھنا چاہئے۔

○ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ اِنّ مِنْ اَبَرِّالْبِرِّ صِلَةُ الرّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ بَعْدَ اَن يّوَلّیٰ. (رواه مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ باپ کی خدمت اور حُسن سلوک کی ایک اعلیٰ قسم یہ ہے کہ ان کے انتقال کے بعد ان کے دوستوں کے ساتھ (اکرام واحترام) کا تعلق رکھا جائے اور باپ کی دوستی ومحبت کا حق ادا کیا جائے۔

زندگی میں والدین کی نافرمانی' اولاد بعد المرگ کیا کرے :

○ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلّمَ اِنّ الْعَبْدَ لَيَمُوْتُ وَالِدَاهُ اَوْ اَحَدُهُمَا وَ اِنّهٗ لَهُمَا لَعَاقٌ فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْ لَهُمَا و

84333

Marfat.com

يَسْتَغْفِرُ لَهُمَا حَتّٰى يَكْتُبَهُ اللّٰهُ بَارًّا۔ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی آدمی کے ماں باپ کا یا دونوں میں سے کسی کا انتقال ہوجاتا ہے اوراولاد زندگی میں ان کی نافرمان اوران کی رضامندی سے محروم ہوتی ہے' لیکن یہ اولاد ان کے انتقال کے بعد (سچے دل) سے ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے خیر ورحمت کی دعا اور مغفرت وبخشش کی استدعا کرتی رہتی ہے (اوراس طرح اپنے قصور کی تلافی کرنا چاہتی ہے) تو اللہ تعالیٰ اس نافرمان اولاد کو فرمانبردار قرار دے دیتا ہے (پھر وہ ماں باپ کی نافرمانی کے وبال اور عذاب سے بچ جاتی ہے)

والدین کی خدمت' عمر میں برکت :

○ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَزِيْدُ فِيْ عُمُرِ الرَّجُلِ بِبَرِّهٖ وَالِدَيْهِ. (رواہ ابن منبع و ابن عدی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ماں باپ کی خدمت وفرمانبرداری اور حُسن سلوک کی وجہ سے آدمی کی عمر بڑھا دیتا ہے۔

والدین سے حُسنِ سلوک' اولاد کے حُسنِ سلوک کا باعث بنے گی :

○ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرُّوْا آبَاءَ كُمْ يَبِرُّ اَبْنَاءَ كُمْ وَعَفُّوْا تَعِفُّ نِسَاءُ كُمْ. (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے آباء (ماں باپ) کی خدمت وفرمانبرداری کرو' تمہاری اولاد تمہاری فرمانبرداری اور خدمت گزار ہوگی' اور تم پاکدامنی کے ساتھ رہو تمہاری عورتیں پاکدامن رہیں گی۔

Marfat.com

والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ :

○ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَنِ الْکَبائِرِ فَقَالَ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَشَھَادَۃُ الزُّوْرِ. (رواہ البخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کبیرہ (یعنی بڑے بڑے) گناہوں کے بارے میں دریافت کیا گیا (کہ وہ کون کون سے گناہ ہیں) تو آپ نے فرمایا: خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانا' ماں باپ کی نافرمانی وایذا رسانی کسی بندے کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔

ماں باپ کو گالیاں نہ دو :

○ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مِنَ الْکَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَ الِدَیْہِ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَ ھَلْ یَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَیْہِ ؟ قَالَ نَعَمْ یَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَیَسُبُّ آبَاہُ وَیَسُبُّ اُمَّہٗ فَیَسُبُّ اُمَّہٗ.

(رواہ بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اپنے ماں باپ کو گالی دینا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کے ماں باپ کو گالی دے' پھر وہ جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دے' (تو گویا اس نے خود ہی اپنے ماں باپ کو گالی دلوائی)۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اماں جی مرحومہ ومغفورہ

بالآخر ..... رحمتوں کا سایہ، دعاؤں کا مرکز، روحانی اعتماد کی ڈھارس اور غموم کے ہجوم میں تسلی اور تسکین کا باعث بننے والی والدہ ماجدہ اماں جیؒ مرحومہ ومغفورہ بھی اس دارِ فانی سے رحلت فرما کر ہم گنہگاروں کو بے سہارا چھوڑ گئیں۔ زندگی ویران ہوگئی۔ کیا غم برپا ہوا اور کیسی کیسی رحمتوں کا سایہ اٹھ گیا اور کیسا درد والم دے گیا کہ اس کی تلافی ہی ناممکن ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

تہجد کیلئے قیام :

مرحومہ تین نومبر 1998ء، کی صبح کو نمازِ تہجد کے لئے اٹھیں، وضو بنایا اور اپنے کمرے میں آ کر مصلّے پر نماز کے لئے کھڑی ہوئیں کہ سر چکرایا اور گر پڑیں تو پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ دو روز تک علاج کرایا۔ شدید درد، شدید علالت کے باوصف صبر وثبات کا مظہر رہیں۔ زبان پر خدا کا ذکر رہا، ہمیں اور اپنی تمام اولاد کو صبر وتحمل کی تلقین کرتی رہیں۔

5/نومبر کو میں نے حضرت مولانا عبداللہ شہید کی مرکزی جامع مسجد اسلام آباد میں نماز مغرب کے بعد ان کی شہادت کے بعد تعزیتی اجلاس میں شرکت کرنی تھی، دیر ہوگئی۔ والدہ

Marfat.com

سے اجازت لی تو بخوشی اجازت دیدی، فرمایا بیٹے! اسلام آباد چلے جاؤ، پنجاب نہ جانا۔ فرمایا خدا کامیابی عطا فرماوے اور بحفاظت واپس لوٹائے۔ وہاں مجھ سے قبل جنرل (ر) حمید گل کا بیان کرنا تھا، جوان سے خاصا طویل ہوگیا۔ اس لئے میرے بیان میں تاخیر ہوتی گئی، ادھر ساڑھے دس بجے اماں جی مرحومہ ومغفورہ کی تکلیف بڑھ گئی۔

نزع کے وقت آیتِ کریمہ کا ورد :

اہلیہ نے ان سے کلمہ پڑھنے کو کہا (جو اگر چہ اسے نہیں کہنا چاہیئے تھا) مرحومہ نے با آواز بلند کلمۂ توحید پڑھا اور پھر لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پڑھتے پڑھتے روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ جمعہ کی رات تھی۔ استاذی الکریم حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچوی نے اپنے تعزیتی مکتوب میں تحریر فرمایا :

''جمعہ کی رات کا انتقال اور جمعہ کے روز کی تدفین شہادت ہے''۔

وفات سے کوئی آٹھ دس منٹ قبل میری بڑی ہمشیرہ نے چارپائی پر ساتھ بیٹھ کر یٰسین شریف پڑھی۔ اماں جی مرحومہ ومغفورہ سنتی رہیں اور اتنی توجہ سے سنتی رہیں کہ شدتِ درد اور نزع کی تکلیف کے باوصف ان کی تلاوت میں بھی چار جگہ اصلاح فرمائی۔

رات کے ساڑھے دس بجے انتقال ہوا۔ اسی وقت غسل دے دیا گیا۔ مدرسۃ البنات کی قاریات وحافظات ساری رات ساتھ رہ کر تلاوت میں مشغول رہیں۔ نمازِ جمعہ کے بعد 3 بجے جامعہ ابوہریرہ کے وسیع گراؤنڈ میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم استاذی واستاذ العلماء حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ نمازِ جنازہ میں جامعہ حقانیہ کے شیوخ اور اساتذہ کے علاوہ صوبہ بھر کے علماء، فضلاء، افغان زعماء، طالبان رہنما احباب اور عامۃ المسلمین نے شرکت کی۔ اسی وقت جامعہ کے لئے اپنا قبرستان بنانے

Marfat.com

کا فیصلہ بھی ہوا۔ رات کے دو بجے زمین بھی مل گئی۔ جامعہ ہی کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَھَا وَارْحَمْ عَلَیْھَا وَلَا تُعَذِّبْھَا بِحَقِّ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفوراللہ صاحب مدظلہ صبح سویرے تشریف لائے۔ قبر کے لئے جگہ بھی مقرر فرمائی اور کدال لے کر اپنے مبارک ہاتھوں سے کھدائی کا آغاز فرمایا۔ شیخ التفسیر مولانا عبدالحلیم دیروی مدظلہ نے جنازہ کے اجتماع سے خطاب فرمایا' حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ نے آخری دعا فرمائی۔ واجر ھم علی اللہ۔

امتحانات کا پلِ صراط :

والدہ ویسے بھی ایک عظیم نعمت ہے اور جو والدہ ایسی ہو، جس کی فطرت اور خمیر میں دین رچا بسا ہو، جس کی حرکت و سکون، جس کا اوڑھنا بچھونا، جس کی فکر و تخیل کا ہر زاویہ، جس کے دل کی ہر دھڑکن اور زندگی کا انگ انگ ایسے گذرے کہ اس پر اللہ کے قرآن اور نبی ﷺ کے فرمان کی مہر لگی ہوئی ہو، جس کی ساری زندگی قرآن کے درس و تدریس میں گزری ہو، جس نے فقر و غربت اور افلاس و ناداری کے دن بھی دیکھے ہوں، اہل قرابت کی سرد مہریاں اور لاچاری کے مرحلوں سے بھی گزری ہو، پرانے قبائلی طرز کے خانگی قتل مقاتلوں، غصہ و انتقام کی آگ کا نشانہ بھی بنی ہو، تین یتیم بچیوں اور ایک یتیم بیٹے کی تعلیم و تربیت، حفاظت اور بظاہر اسبابِ حیات کا بوجھ بھی اس کے کندھوں پر ہو، قُرب و جوار کے اور بعض حالات میں آس پاس کے پڑوس میں کوئی پوچھنے والا تک نہ ہو۔ امراض و عوارض اس کے علاوہ ہوں، نہ کوئی بھائی ہو جو غمگسار بن سکے، نہ کوئی سرپرست اور رشتہ دار ہو، جس کے میٹھے بول سے زخموں کی مرہم پٹی ہو سکے، جاہل معاشرہ اور مادہ پرست غلیظ ماحول ہر وقت نوچ کھانے کے لئے تیار ہو۔

Marfat.com

یتیم بیٹے کی تعلیم کا اہتمام :

ایسے ناسازگار ماحول اور ناموافق حالات میں زندہ بچ کے رہنا بھی ایک کرامت ہے، مگر اماں جی مرحومہ ومغفورہ نہ صرف یہ کہ زندہ رہیں بلکہ بہادروں کی طرح اپنے حقوق کی جنگ بھی لڑتی رہیں۔ اپنی بچیوں کی تعلیم وتربیت، پردہ وعفت اور ان کے نکاح وازدواج کی ذمہ داریاں بھی ایسے احسن طریقے سے انجام دیں کہ بڑے بڑوں کو ان کے فیصلہ وعمل پر رشک آتا ہے اور اپنے یتیم اکلوتے بیٹے کی تعلیم وتربیت کے لئے جن مراحل سے گذریں، جن حالات سے واسطہ پڑا، فقر وغربت اور افلاس ونا داری کے باوجود جس ہمت، جرأت، استقامت اور بہادری کے ساتھ خدا کی ذات پر توکل کر کے اپنے بیٹے (ان حالات میں والدہ کی اور بہنوں کی معاشی ضروریات کیلئے تجارت، دکانداری، میٹرک کرنے کے بعد نوکری، زمینداری یا کوئی بھی کام کر کے گھریلو ذمہ داریوں کو نبھانا بظاہر ان کا اولین فرض تھا) کو میٹرک پاس کرانے کے بعد دینی تعلیم کے حوالے کر دیا اور خود آٹھ 8 سال تک فقر وفاقہ، صبر واستقامت اور توکل علی اللہ کے مرحلوں سے گزر گزر کر اپنے بیٹے کو علومِ نبوت سے آراستہ دیکھنے کی تمناؤں میں شدت سے بے چین رہتی تھیں۔

مجھ ناکارہ کے زمانۂ تعلیم میں ایسے مرحلے بھی آئے کہ بعض اوقات ہم نے اپنے گھر میں ایک ایک مہینے تک گندم کی روٹی نہیں دیکھی۔ والدہ جوار کے ڈھوڈے پکا پکا کر اور محبت کی لوریاں دے دے کر اور چنے بھون بھون کر صبر وتحمل کا درس دیتیں، اکابر اور سلفِ صالحین کے واقعات سناتیں۔ حضرت یوسفؑ کا واقعہ تو بڑے مزے لے لے کر سناتیں۔ اس طرح مشغول رکھ کر ہمارا گذر اوقات ہو جایا کرتا تھا۔

Marfat.com

محنت مزدوری اور مشقت :

اماں جی مرحومہ ومغفورہ کھجور کے پتوں سے چٹائیاں بن بن کر اور لوگوں کے کپڑے سی سی کر شب وروز محنت ومزدوری کر کر کے راتیں جاگ جاگ کر جو کچھ ہفتہ بھر میں کماتیں اس میں سے اپنے گھر کا اور بچیوں کا بقدرِ کفاف گذرِ اوقات لے کر باقی پونجی مجھ نااہل کے حوالے کر دیتی تھیں اور میں نجم المدارس کلاچی میں اپنی حماقتوں اور کم عمری اور نادانی کی وجہ سے عبثیات اور فضولیات میں صرف کر ڈالتا تھا۔ اللہ مجھے معاف کرے۔ دوسرے ہفتے جب گھر جاتا تو والدہ نے ہفتہ بھر میں بچا بچا کر جو کچھ کمایا ہوتا میرے حوالے کر دیتی تھیں۔

مجھے یاد ہے کہ میرے زمانہ طالب علمی میں والد صاحب کی وفات کے بعد ہم نے گھر میں چینی تو کجا اچھا گڑ بھی نہیں دیکھا تھا۔ رسکٹ گڑ جو انتہائی فرسودہ اور بچا کچرہ ہوا کرتا تھا، جو ہمارے ہاں بھینس وغیرہ کو بعض بیماریوں کے معالجہ میں کھلایا جاتا تھا ہم گھر میں اس کی چائے پیتے تھے اور یہ بات سالوں سال چلتی رہی۔ یہ سب کچھ میری والدہ اور یتیم بہنیں برداشت کرتی رہیں، مگر مجھے تعلیم کے لئے اخراجات کھلے دل، کھلے ہاتھ اور خندہ جبینی سے دیئے اور کبھی بھی ان کے چہرے پر شکن تک نہیں آئی۔

ذوقِ تلاوت اور درس وتدریس :

اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ کا معمول تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت میں دن رات مشغول رہتیں تھیں۔ گھر کے کام کاج، محنت مزدوری، چٹائیاں بننے اور کپڑے سینے سے جو چند لمحات باقی رہ جاتے تھے، وہ قرآن کی تلاوت میں گذر جاتے تھے۔ ان تمام امور کا پشتارہ اٹھاتے ہوئے بھی اہل محلّہ اور دور دراز سے آنے والے بچیوں اور بچوں کو قرآن کے

Marfat.com

حفظ وناظرہ کا درس بھی دیا کرتی تھیں۔آج بھی کئی حافظِ قرآن اپنی اپنی درسگاہوں میں مصروفِ درس وتدریس ہیں جواماں جی مرحومہ ومغفورہؒ سے قرآن پڑھے ہوئے ہیں اوران کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔

سورہ یٰسین سے خصوصی شغف تھا، جب کوئی مشکل پیش آتی ،قرآن اٹھا کر بیٹھ جاتیں، پڑھتی رہتیں اور سب امور چھوڑ کر قرآن سے لپٹ جاتیں۔کبھی اونچی آواز سے، کبھی پست آواز سے، کبھی ترنم سے، کبھی رورو کر قرآن کی تلاوت میں ڈوب جاتیں، حتیٰ کہ قرآن پڑھ پڑھ کر اپنے خدا سے اپنا من چاہا منوا کے چھوڑتیں۔

کسمپرسی کی حالت :

ایک مرتبہ بارشوں نے طوالت پکڑی۔گلی کوچے بہنے لگے، کچے گھر اور کمزور چھتیں، ہمارا کون تھا، جو ہمیں پوچھتا، میں خود کلاچی نجم المدارس میں زیرِ تعلیم تھا اور مسافر تھا' آس پاس پڑوس میں کوئی اتنا فرد بھی نہیں تھا، جو اس غریب ونادار اور مفلس یتیم کے گھرانے کا پوچھ لیتا کہ کیسے گذر رہی ہے۔

ہمارے دیہاتی ماحول میں اونٹوں، گدھوں پر سوختنی لکڑیوں کے بار بازار میں آتے اور فروخت ہوجاتے۔ یہ لکڑیاں بطورِ ایندھن استعمال ہوتی تھیں ۔ دوہفتوں سے مسلسل بارش کی وجہ سے لکڑیاں بھی بازار میں آنا بند ہوگئیں اور اگر کوئی بار آتا بھی تھا، تو وہ آتے ہی فروخت ہوجاتا تھا۔ میں بغرضِ حصولِ تعلیم سفر میں تھا، گھر میں اتنا فرد بھی نہیں تھا، جو بارشوں اور سردی کے ایام میں لکڑیاں خرید کر ہمارے گھر بھیجوا دیتا۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک صبح گھر میں ایندھن کا کوئی انتظام نہیں تھا کہ بچوں کے لئے چائے بنائی جاسکے۔میری یتیم بہنیں یہ حالت دیکھ کر بے قابو ہوگئیں اور رونے لگیں۔

Marfat.com

سورۃِ یٰسین کی برکتیں :

اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ نے فرمایا یالختِ جگر! یہ سارا کام اللہ کا ہے، کسی مخلوق کی منت سماجت کرنے کے بجائے اپنے خالق سے کیوں نہ مانگا جائے۔ سب کو بٹھا کر یٰسین پڑھوانا شروع کر دیا۔ پڑوس میں ایک خاندان کو یہ سوجھی کہ وہ کیوں نہ بے آسرا اور یتیم خاندان کو مزید ستا کر اپنے غصہ وانتقام کی آگ بجھائے اور مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے والے یتیموں کو مزید تڑپا کر اپنے انتقامی جذبات کو ٹھنڈک پہنچائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گھر میں موجود کانٹوں بھری لکڑیوں کو ہمارے گھر پھینکنا شروع کر دیا اور مسلسل پھینکتے رہے اور دل کی بھڑاس نکالتے رہے۔ میری بہنیں یہ دیکھ کر رونے لگیں۔

اماں جیؒ نے فرمایا: بیٹیو! ہرگز نہ رونا، یٰسین شریف کے برکات ظاہر ہو رہے ہیں۔ ایک مرتبہ پھر پڑھ لو یہ اللہ کی عنایت ہے۔ دشمن کے شر میں اللہ نے خیر کا پہلو ڈال دیا ہے۔ ابھی دوسری مرتبہ یٰسین کا ختم مکمل نہیں ہوا تھا کہ گھر ایندھن سے بھر گیا۔ والدہ بتایا کرتیں، اتنا ایندھن ملا کہ مزید ایک ہفتے تک ہمیں بازار سے لکڑی خریدنے کی حاجت پیش نہیں آئی۔

نقشِ ہزار رنگ :

ماں کے تصور کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کا خیال آتا ہے، ان کی رفعتوں کا خیال آتا ہے، ان کی بے شمار صفتوں کا خیال آتا ہے اور کیا کیا کچھ یاد نہیں آتا اور مارنے اور جلانے والے نے اپنی قوتِ تخلیق کا کچھ حصہ ماں کو بخش دیا ہے، پھر خطا پر عطا کی صفت اسے دی ہے۔ پالنے پوسنے کا حوصلہ دیا اور ایسا جذبۂ خدمت کہ نہ اس کی حد ہے نہ حساب! پھر ماں کا تصور تشنہ ہی رہتا ہے اور یہ تشنگی ایسی ہے کہ مدام ہے جو خونِ جگر پلا پلا کے اپنے

Marfat.com

نونہالوں کو پروان چڑھائے۔اس کی منزلت کا احاطہ کون کرے، کیسے کرے؟ ممتا کیا ہے؟ اسے محسوس تو کر سکتے ہیں، بیان نہیں کر سکتے۔ہاں کچھ ادھوری باتیں کہہ سکتے ہیں۔

یہ درست ہے کہ کوئی ماں نبی نہیں بنی، لیکن حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے لئے بھی خالقِ عالم نے ماں کا وجود ضروری سمجھا۔کیا کیا شرف ہے، جو ماں کی ذات سے وابستہ نہیں ہے،اس نقش کے ہزار رنگ ہیں اور ہر رنگ تیکھا ہے۔

والد مرحوم کی علالت اور خدمت :

احقر آٹھویں جماعت (سکول) میں زیرِ تعلیم تھا کہ والد صاحب مرحوم طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے، فَاِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ،اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَہٗ وَارْحَمْ عَلَیْہِ.

اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے ایامِ علالت میں ان کی خدمت' تیمارداری' سنبھالنے اور ہر ممکن راحت پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔میری عمر اگرچہ اتنی پختہ نہیں تھی اور زمانہ بھی لاشعوری کا تھا مگر اب بھی والد صاحبؒ کی علالت ،اماں جی مرحومہ ومغفورہ کی صبر آزما خدمت اور تحمل و برداشت کا تصو جب بھی آتا ہے تو یقین کیجئے کہ ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہوں اور وثوق سے کہتا ہوں کہ اچھی سے اچھی اولاد اور پیارے سے پیارے بھائی اور بڑے بڑے حوصلوں والے مرد بھی ہوتے تب بھی ہمت ہار جاتے۔

ہفتہ اور مہینہ نہیں بلکہ سالوں والدِ مرحوم کو چارپائی پر الٹنا پلٹنا، بول و براز چارپائی پر، سنبھالنا اور صاف کرنا، زخموں پر مسلسل ادویات اور بروقت اس کا اہتمام کرنا' صبح وشام پرہیزی کھانے کا اہتمام، چوزے خرید خرید کر اور یخنی بنا بنا کر کھلانا۔

والدِ مرحوم کی طویل علالت نے گھر کی تمام پونجی بھی تو اُن ہی پر لگوا دی تھی۔اماں جی مرحومہ ومغفورہ کے زیورات خود اس نے اپنی خوشی سے بیچ دیئے گھر میں کوئی بھی قیمت رکھنے والی چیز ہوتی اماں جی اسے بخوشی بیچ کر والدِ مرحوم کی ادویات پر صرف کر دیتی تھیں۔

Marfat.com

اماں جی نہ صرف یہ کہ بیماری کی خدمت تک محدود رہیں بلکہ ان ایام میں گراں بہا ادویات کے اخراجات، اولاد کی تعلیم اور گھر کے مصارف کے لئے اپنے محدود دائرہ کے اندر رہ کر کوشش کرتیں اور کامیاب رہتیں۔

اللہ پاک یتیموں کا سہارا بن جاتے ہیں :

ایک روز اماں جی مرحومہ ومغفورہ کی والد مرحوم سے ان کے شدید ایامِ علالت میں اولاد کی اصلاح اور تعلیم کی بات چلی تو ڈبڈبائی آنکھوں اور بھرائے لہجے کے ساتھ فرمانے لگیں اللہ کریم آپ کو صحت دے کہ آپ والد ہیں اور والد کا سایہ بڑی رحمت ہوتا ہے۔ والد صاحبؒ نے فرمایا :

''لاریب! والد ایک سایہ اور سہارا ہوتا ہے مگر جب وہ چلا جاتا ہے تو خود اللہ پاک ہی ان یتیموں کا سہارا بن جاتے ہیں''۔

والد صاحبؒ کی رحلت کے بعد ہم تین بہنیں اور ایک بھائی یتیم رہ گئے۔ بظاہرِ اسباب جتنے بھی سہارے تھے وہ بھی حالات کی رَو میں بہہ گئے۔ اس معاشرے میں غربت بھی جرم ہے، یتیمی بھی جرم، اپنے بیگانے ہو جاتے ہیں اور

ع ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

اس دوران میں نے مڈل سٹینڈرڈ کا امتحان دے دیا اور آٹھویں جماعت کے امتحان میں کامیاب ہو گیا۔

عمامہ کا اہتمام :

اس موقع پر یہ بھی یاد آیا' کہ اُن دنوں مڈل کا امتحان بھی بورڈ کے تحت ہوا کرتا تھا' ہمارا امتحانی سنٹر'' کلاچی'' مقرر ہوا کہ اپنے گاؤں میں سکول مڈل تک تھا چودھوان سے

Marfat.com

براستہ ڈیرہ کلاچی کوئی 140 کلومیٹر کا سفر تھا سڑکیں بھی کچی تھیں سارا دِن سفر میں لگ جایا کرتا تھا۔ سکول ٹیچرز نے طلبہ سے رقم جمع کی اور آٹھویں جماعت کے تمام طلباء کو کلاچی لے جایا گیا' اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے بھی اپنی حیثیت کے مطابق میرے لئے زادِ راہ کا اہتمام کیا۔ کپڑے سلوائے' بجائے ٹوپی یا رومال کے اس وقت عمر کا تقاضا بھی یہی تھا کہ ٹوپی پہنا دی جاتی یا عام طالب علموں کی طرح ننگے سر رہنے دیا جاتا مگر والد ماجدہ نے ایک بڑی پگڑی خرید کر ساتھ دیدی کہ اسے سر پر باندھا کرو' مجھے بھی پگڑی سے محبت تھی' آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا' سر پر عمامہ باندھ لیا جب تک کلاچی رہا عمامہ باندھے رہا واپسی اُسی عمامہ میں ہوئی' میرا عمامہ سب کی نگاہوں کا ہدف تھا کبھی خندۂ استہزاء' کبھی تعجب اور کبھی حیرت واستعجاب' مگر میں نے ایک ہی بات اپنائے رکھی کہ اماں جی نے کہا تھا کہ پگڑی باندھنا اب پگڑی ہی باندھا کروں گا۔

تب سے اب تک عمامہ معمول بھی ہے' اور عادت بھی اور اتنا رچ بس گیا ہے کہ شدید گرمی میں بھی بغیر عمامہ کے یوں لگتا ہے جیسے سر پر کچھ نہ ہو۔

میٹرک کے لئے داخلہ کا مرحلہ :

حدودِ زندگی میں جب کوئی مشکل مقام آیا
نہ غیروں نے توجہ دی نہ اپنا کوئی کام آیا

اب میٹرک کے لئے داخلہ کا مرحلہ تھا، اپنے گاؤں ''چودھوان'' میں اس وقت ہائی سکول نہیں تھا۔ کچھ لوگوں کی رائے تھی کہ مجھے یتیم خانے میں داخل کرایا جائے۔ اماں جی مرحومہ ومغفورہ کی رائے تھی کہ قریب کے گاؤں ''درابن کلاں'' کے ہائی سکول میں داخل کرایا جائے کہ میرے سارے کلاس فیلو بھی وہاں داخلہ لے رہے ہیں۔ ہفتے میں چھٹی ہوگی

Marfat.com

تو گھر بھی آنا جانا ہو سکے گا اور جگہ بھی قریب ہے۔آخر ایک بیٹا ہے اسے کیونکر اپنے دامن سے دور رکھا جائے۔اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے ہمارے گھر سے متصل میرے چھوٹے چچا جان مرحوم سے کہہ دیا کہ عبدالقیوم کو یتیم خانے میں داخل کرنے کے لئے ڈی آئی خان لے جاؤ یا پھر قریب کے گاؤں درابن کلاں ہائی سکول میں داخل کرادو تو احسان ہوگا چچا جان نے حامی بھر لی۔اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے کپڑے تیار کئے،صندوق اور سامان درست کیا،صبح نہلا دھلا کر صاف کپڑے پہنا کر کہا بیٹے !اب انتظار کرو جب چچا جان کہیں گے تو فوراً ساتھ چلے جانا۔

طویل انتظار کے بعد جب اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے چچا جان کی دیوار پر دستک دی ہمارے اور چچا جان مرحوم کے گھروں کے درمیان ایک دیوار حائل تھی اور پوچھنا چاہا کہ چچا جان کا کیا پروگرام ہے؟ تو محترمہ چچی صاحبہ نے ازخود کہہ دیا کہ چچا جان فرماتے ہیں کہ عبدالقیوم کی والدہ خود باہمت اور بہادر خاتون ہے،اپنے بیٹے کو جہاں بھی چاہے خود داخلہ دلا دے۔اماں جیؒ نے سنا،تو نہ گھبرائی اور نہ پریشان ہوئی اور نہ بزدل خواتین کی طرح واویلا کیا اور نہ کسی کا گلہ اور شکایت کی کہ ان کے مزاج میں شِکوہ کا عنصر کم اور شکر کا زیادہ تھا۔ بڑے صبر وتحمل کے ساتھ مجھے ساتھ لیا،بس میں بیٹھے اور ہم درابن کلاں پہنچ گئے۔یہ اس دور کی بات ہے کہ چودھوان اور درابن کے درمیان چلنے والی بس پورے ایک گھنٹہ اور کبھی اس بھی زائد وقت میں نو میل کی مسافت طے کرتی تھی۔درابن پہنچے تو اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے والد صاحب مرحوم کے ایک دوست جناب کالو خان ماسٹر کے گھر کا اتہ پتہ معلوم کیا، مجھے ان کے گھر لے گئیں۔ان سے داخلہ کی بات کی۔وہ والدِ مرحوم کے شناسا تھے۔انہوں نے قدر کی،نصف فیس کے معاف کرانے کا وعدہ کیا۔اماں جیؒ مطمئن ہوئیں۔

جب واپس لوٹے اصل منظر وہی ہے جواب بھی تصور میں آتا ہے تو رونگٹے

Marfat.com

کھڑے ہو جاتے ہیں اور تڑپا کے رکھ دیتا ہے۔ایک اٹھنی (نصف روپیہ) کرایہ ہوا کرتا تھا۔اب واپسی کا کرایہ ندارد۔ بوڑھی اماں جیؒ نے کہا بیٹے! تم تو جوان ہو، کیا اٹھنی لگا کر فضول خرچی کریں گے، چلئے پیدل چلتے ہیں، صحت بھی بنے گی، تیرے ساتھ رفتار میں میرا مقابلہ بھی ہوگا اور فضول اخراجات سے بھی بچ جائیں گے۔وہ مجھے یہ نہیں محسوس ہونے دیتی تھیں کہ ان کے پاس واپسی کا کرایہ بھی نہیں ہے۔

اولاد کی تربیت، تعلیم، دلجوئی اور حفاظتِ عزتِ نفس کا کتنا پیارا اور حکیمانہ انداز ہے مرحومہ ومغفورہ اسی آگ کے سمندر میں ڈوب ڈوب کر اور تیر تیر کر ہم فقیروں کی تربیت کر رہی تھیں .....

یہ عشق نہیں آسان ' بس اتنا سمجھ لیجئے
اِک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

شدت کی بارش، رات کی تاریکی اور اماں جیؒ کا طویل پیدل سفر :

جب چلے تو عصر کا وقت تھا، کالے کالے بادل منڈلا رہے تھے، بوندا باندی بھی جاری تھی رعدو برق کا منظر ڈراؤنا تھا، سڑک کے دونوں طرف درخت، رات کے اندھیروں کی ظلمتوں اور بادلوں کے گھٹاٹوپ اندھیروں نے آخری وقت کے اجالوں کو بھی رات کی تاریکیوں میں تبدیل کر دیا تھا۔ہم دونوں بوڑھی اماں جیؒ اور اس کا اکلوتا بیٹا عبدالقیوم سڑک کے کنارے کنارے پیدل چل رہے ہیں کہ مینہ برسنے لگا، کپڑے گیلے ہو گئے۔اس زمانہ میں پختہ سڑکیں کہاں تھیں؟ سڑک ساری کیچڑ اور دلدل، پانی کے نالے بہنے لگے اور بعض اوقات گھٹنوں گھٹنوں پانی سے گذر رہے ہیں۔والدہ کی زبان پر اللہ کا ذکر، درود شریف کی کثرت، میری حوصلہ افزائی کے لئے دل لگی کی باتیں، ہمت آفرینی کے لئے واہ واہ اور

Marfat.com

جزاک اللہ۔گھر پہنچے تو رات کافی بیت چکی تھی۔آبادی میں بھی خاموشی کا سماں تھا،گھروں کے دروازے بند ہو چکے تھے، دروازہ کھٹ کھٹایا تو یتیم بہنیں بارش، بادلوں اور رعدو برق کے خوف اور رات کے سناٹے کی وجہ سے سہمی سہمی تھیں۔تینوں بہنوں نے ڈر ڈر کر دروازہ پر آ کر نام پوچھا، جب انہیں اطمینان ہوا تب دروازہ کھولا تو ان کی بھی جان میں جان آئی اور ہمیں بھی سکھ کا سانس نصیب ہوا۔**والحمد للّٰہ علی ذالک.**

دھڑکتے ہوئے دل کی دعاؤں کے ثمرات :

اب پتہ لگتا ہے والدہ کیا ہوتی ہے،اس کی محبت کیا ہوتی ہے، کیا محنت ہوتی ہے، کیا شفقت ہوتی ہے۔اس نے مجھے تعلیم دلانے کے لئے کیا کیا مراحل طے کئے۔اگر وہ دن نہ ہوتے،والدہ کی شفقت،محنت اور ریاضت ومجاہدہ نہ ہوتا، درابن کلاں کا سفر نہ ہوتا،رات کی واپسی پیدل نہ ہوتی اوران کے دھڑکتے ہوئے دل کی دعائیں نہ ہوتیں تو شاید آج مجھے اپنے قارئین سے یہ عبرت انگیز اور حیرت افزاء داستان سنانے کا موقع بھی نہ ملتا۔باری تعالیٰ مرحومہ ومغفورہ کو ایک ایک قدم بلکہ ایک ایک سانس کے بدلے کروڑوں کروڑوں درجات سے سرفراز فرمائے۔خداوند کریم اہلیّت واستعداد اور توفیق دے کہ ہم گنہ گار اماں جی مرحومہ ومغفورہ اور والد محترم کے لئے واقعۃً بھی صدقہ جاریہ بن سکیں ورنہ والدہ تو والدہ ہے،ان کا حق کون ادا کر سکتا ہے؟

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ باپ اپنے گیارہ بیٹوں کی پرورش کر سکتا ہے مگر گیارہ بیٹے ایک باپ کی دیکھ بھال نہیں کر سکتے۔

اور والدہ تو اس سے بھی عظیم تر استحقاق رکھتی ہیں ان کے حق کی ادائیگی کا تصور بھی ممکن نہیں۔

Marfat.com

درابن ہائی سکول کے ہاسٹل میں :

دوسال میں نے درابن ہائی سکول کے ہاسٹل میں گذارے۔جمعرات کوگھر آ جایا کرتا تھا۔والدہ اور یتیم بہنوں کی مجھ سے بہت توقعات تھیں کہ ہمارا عبدالقیوم میٹرک کرلے گا تو فوج میں بابو بنے گا یا کارخانے میں کلرک لگے گا یا سکول میں ٹیچر کی پوسٹ ملے گی، پھراس کی تنخواہ ہوگی اس سے گھر کے مصارف بھی پورے ہوں گے اور فقروغربت کے سایے بھی ہٹ جائیں گے۔

دسویں جماعت کے امتحان میں کامیابی :

دسویں جماعت کا مرحلہ آیا تو دینی کتابیں بھی مطالعہ میں رہنے لگیں ۔ہفت روزہ خدّام الدین لاہور، ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور، ماہنامہ تبصرہ لاہور، ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک، ماہنامہ البلاغ کراچی، ماہنامہ بیّنات کراچی بالخصوص خدام الدین کی قدیم فائلوں کا مطالعہ ہوتا رہا۔رات کو ہاسٹل میں قیام ہوا کرتا تھا۔میں کورس کی کتابوں کے بجائے مطالعہ کے اوقات میں دینی کتابوں کے مطالعہ میں مصروف رہتا تھا ، جب دور سے ہاسٹل سپرنٹنڈنٹ کے پاؤں کی آہٹ محسوس کرتا،تو فوراً زیرِ مطالعہ دینی کتاب یا اسلامی پرچہ رکھ دیتا اور دکھلاوے کے لئے کورس کی کتاب ہاتھ میں پکڑ لیتا ، جب سپرنٹنڈنٹ صاحب تشریف لے جاتے' میں پھراپنی دینی کتاب کے مطالعہ میں مشغول ہوجاتا۔

اوائل میں جب اساتذہ نماز کے لئے کہتے یا نماز کا وقت ہوتا تو کبھی کبھار صرف خانہ پُری کے لئے بے وضونماز بھی پڑھ لیا کرتا،مگر حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالحلیم مرحوم (فاضل دیوبند) کی صحبتوں،حیاتِ امیر شریعت اور دینی کتابوں کے مطالعہ واستفادہ کا نقد فائدہ یہ حاصل ہوا کہ میٹرک کے انتہائی زمانہ میں بے وضوسونا بھی گوارا نہ تھا۔میٹرک کے

Marfat.com

امتحان کے لئے احقر نے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ دینی کتابوں کا مطالعہ ہی سب سے بڑا سرمایہ تھا، اللہ نے لاج رکھ لی اور میٹرک میں اچھے نمبروں سے کامیابی عطا فرمائی۔ اماں جی مرحومہ ومغفورہ میری دسویں جماعت کی کامیابی پر بہت خوش تھیں اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازتی رہتی تھی۔

اکابر علماء دیوبند کی ملاقات (۷۰/۷۱ء) کا الیکشن :

مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ دسویں جماعت میں تھا کہ ۷۰/۷۱ء کا الیکشن آیا۔ جمعیت علماء اسلام کے قائد حضرت مولانا مفتی محمودؒ، ضیغمِ اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مردِ قلندر حضرت درخواستیؒ، بقیۃ السلف مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی، مولانا قاضی عبداللطیف مدظلہ کے نام کان میں پڑے۔ ان حضرات نے ہمارے علاقوں کا دورہ کیا تو دور سے ان کی ملاقات اور تقاریر سننے کا موقع ملا۔ سکول میں بھی اللہ نے مجھے دارالعلوم دیوبند کے فاضل حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالحلیم صابؒ (چودھوان) کے دامنِ تربیت میں پہنچادیا۔ مرحوم عظیم خطیب، دین کے مخلص داعی اور صاحبِ دل بزرگ تھے، صاف ستھرے اور ہر وقت معطر رہتے تھے، دیہاتوں میں جاجا کر توحید کے نغمے بلند کرتے، اکابر علماء دیوبند کے فدائی اور شیدائی تھے۔ ان کی محفلوں اور دامنِ تربیت میں بیٹھ بیٹھ کر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ محدث العصر مولانا یوسف بنوریؒ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے نام سنے، ان کی عظمتیں دل میں بیٹھیں اور ان کی راہ چلنے کے ولولے انگڑائیاں لینے لگے۔

جب میٹرک کا امتحان دیا تو میں ذہناً دینی مدارس کی طالب علمی قبول کر چکا تھا۔

Marfat.com

۷۰/۱۷ء کے الیکشن میں اگرچہ میں سکول کا طالب علم تھا، عمر بھی اتنی نہیں تھی مگر حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کی انتخابی مہم کے لئے اپنی بساط تک ہر ممکن خدمت کی اور بھاگ دوڑ میں بھرپور حصہ لیا۔

اماں جی مولانا مفتی محمودؒ کی پولنگ ایجنٹ:

اس مہم میں اماں جی مرحومہ کی دعائیں بھی میرے ساتھ تھیں اور عملی تعاون بھی۔ خواتین میں اماں جی مرحومہ ومغفورہ حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی پولنگ ایجنٹ تھیں اور حضرت مفتی صاحب نے مرحومہ کی بہترین کارکردگی پر دوپٹہ بھی تحفۃً ارسال فرمایا تھا۔ و اجر ھم علی اللّٰہ.

صاحبزادہ مولانا عبدالحلیم فاضل دیوبند کی صحبت کی برکت :

حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالحلیمؒ صاحب نوراللہ مرقدہ (چودھوان) کی صحبتوں، حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب اور مولانا مفتی محمود صاحبؒ کی انتخابی مہمات میں تگ ودو، علماء کی زیارت وملاقات اور تقاریر اور ان کی صحبتوں کی برکتیں تھیں کہ میٹرک میں ٹیکنیکل سائنس لینے والا اور انجینئر بننے والا سٹوڈنٹ عبدالقیوم اب حفظ القرآن اور علوم نبوت کی تحصیل کے جذبات رکھنے والا طالب علم بن گیا۔ ناانصافی ہوگی یا احسان فراموشی کہ عمر کے اس حصے میں دینی انقلاب برپا کرنے کے محرکات میں میرے میٹرک کے اساتذہ میں مولانا عبدالعزیز عربک ٹیچر اور علاقائی علماء میں مولانا عبدالحق چودھوان' مولانا عبدالمنان چودھوان' مولانا مفتی عطا محمد مرحوم چودھوان' مولانا عبدالحمید خان ارشد (چودھوان) کا ذکر نہ کیا جائے کہ احقر کی دینی تعلیم' اسلامی فکر اور تحصیلِ علم کیلئے استقامت اختیار کرنے میں ان حضرات کا بھی پورا پورا حصہ ہے، واجرھم علی اللّٰہ.

Marfat.com

اس طرح درابن ہائی سکول کے ہاسٹل میں اپنے تبلیغی احباب بالخصوص احمد جان ماسٹر (سکنہ گرہ مدہ) ہمیشہ یاد رہیں گے کہ وہ ہم کم عمر بچوں کو بٹھا بٹھا کر فضائل اعمال کو پڑھ پڑھ کر سنایا کرتے تھے نماز کی ترغیب دیتے اور اسلامی ذہن کی تشکیل کرتے ان کی رفاقت کا ایک اثر یہ بھی ہوا کہ تبلیغی جماعت کی نصرت کا معمول بن گیا جب سکول سے چھٹی پر گھر آتا تو والدہ اور بہنوں کو بٹھا کر فضائلِ اعمال سے تعلیم کراتا اور کبھی کبھی اپنے استاذ صاحبزادہ عبدالحلیم صاحب کی نقل کرتے ہوئے مجلس ذکر بھی کراتا۔ بچپنا تھا سنجیدگی غالب ہوتی تو مجلسِ ذکر اختتام کو پہنچتی مؤثر دعا بھی ہو جایا کرتی تھی' اور بعض اوقات طبعی عمر اور بچپنا غالب ہوتا' تو مجلس ذکر بھی اور تعلیمِ فضائل بھی ہنسی مذاق کی نذر ہو جاتی۔

مگر اماں جی مرحومہ ومغفورہ بہر صورت تشجیع فرماتیں اور محبت سے سمجھاتیں کہ:

''بیٹا! جب تم ہمیں تعلیم کراتے ہو، ذکر کراتے ہو اور خود ہنس دیتے ہو، تو اس کا فائدہ تو نہیں ہوگا، فرماتیں! وقار سے رہو، چھوٹے بچوں کی طرح اب تمہارے ہنسنے اور مذاق کرنے کا وقت نہیں ہے''۔

کارخانے کی ملازمت راس نہ آئی :

خرد کے شہر کی آب و ہوا آئی نہ راس ہم کو
جنوں کے شہر میں پایا نہ کوئی ہمنوا اپنا

میٹرک پاس کیا، گھریلو معاشی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ اماں جی مرحومہ اور یتیم بہنوں کا اصرار تھا کہ مجھے نوکری کرنی چاہیئے۔ مجھے بھی احساس تھا کہ اب معاشی کفالت کی ذمہ داری میرے کاندھوں پر ہے، مجھے اپنا فرض سمجھنا چاہیئے، اپنے چند واقف کاروں کے ساتھ ملتان چلا گیا اور کپڑے کے ایک کارخانے میں نوکری کے لئے بھرتی ہو گیا۔ وہاں پر عریانی، افسروں کی خرمستیاں، بدکاریاں اور خرافات اپنے دینی مزاج پر گراں گذریں۔ سب کچھ

Marfat.com

چھوڑ کر گھر واپس لوٹ آیا۔نوکری کر کے کچھ لاتا گھر والے یہی آس لگائے بیٹھے تھے۔میں تو دیہاتی ماحول کا سادہ انسان تھا،اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے جو سفر خرچ پلے باندھ کر ساتھ دیا تھا وہ بھی بعض آزاد طبیعت اور جیب تراش احباب کی نذر ہو گیا۔

اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے دینی تعلیم کی اجازت دیدی :

میں نے اماں جی مرحومہ سے عرض کیا کہ اب میں نے بہر صورت دینی تعلیم حاصل کرنی ہے،آپ اجازت دیں تو چند سال میں عالم بن جاؤں گا،پھر گھریلو ضروریات بھی پوری ہوں گی۔

اللہ کے دین کا علم بھی مل جائے گا اور گھر میں کشادگی بھی آجائے گی اور دین کی برکتیں بھی نازل ہوں گی،دنیا بھی بنے گی،آخرت بھی بنے گی۔سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ راضی ہو جائیں گے۔ابھی اس سلسلہ میں مشاورت جاری تھی کہ کس مدرسہ میں داخلہ لیا جائے،قائدِ ملت مولانا مفتی محمودؒ کے مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں یا حضرت درخواستیؒ کے مدرسہ مخزن العلوم خانپور میں یا حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے مدرسہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں یا شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کے جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک میں یا حضرت مولانا قاضی عبدالکریم مدظلہ کے مدرسہ نجم المدارس کلاچی میں؟ابھی داخلے کے ایام بھی دور تھے۔

دینی تعلیم کی تحصیل سے قبل ایک شدید امتحان :

پھر سے وہی بیتابیِ دِل کا مجھے شکوہ
پھر اُٹھ کے گرا ، گر کے اُٹھا ، اُٹھ کے گرا میں

تقدیر کا ایک اور امتحان آیا۔ہماری یتیمی کے ایام کے سرپرست جناب اورنگزیب

Marfat.com

خان مرحوم کو جو میرے والدِ مرحوم سے ہمیں ترکہ میں ملنے والی زمین پر اس کی تقسیم کے سلسلہ میں میرے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ میرے بڑے چچا مرحوم نے چھرے سے پے در پے وار کر کے انہیں شہید کر دیا۔ اس موقع پر مجھ پر بھی حملے ہوئے مگر اللہ نے بچالیا۔ مقدمے درج ہوئے، دینی ذہن اور تحصیلِ علم کا جذبہ رکھنے والا یتیم عبدالقیوم اب تھانہ اور کچہری کی نذر ہو گیا۔ چونکہ مجھے اور میری زندگی کو خطرہ تھا تو 15 ایام تک مجھے حفاظت کی غرض سے تھانہ میں رکھا گیا۔ یہ ایام بڑے سخت تھے۔ ادھر والد مرحوم کا انتقال، ادھر غربت وافلاس کی یلغار۔ ادھر وسائل کا فقدان، ادھر اورنگزیب خان مرحوم کی شہادت۔ ادھر مجھے خطرۂ جان اور تھانے میں قیام، خدا جانے اماں جی مرحومہ ومغفورہ کے دل پر کیا کیا گذر رہی ہوگی مگر اس خاتون نے بڑی ہمت، بڑی بہادری اور بڑی جرأت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا، صبر وتحمل سے مشکلات کی گتھیاں سلجھائیں۔ اس نے ہمت نہیں ہاری، دل نہیں چھوڑا۔

اماں جی مرحومہ ومغفورہ کی شخصیت کے عناصر ترکیبی محنت' مشقت' صبر' برداشت' غور وتدبر' حکمت' استقامت اور یکسوئی ایسے خصائل تھے، جو کام کیا جی جان سے کیا، فکر و تدبر اور اطمینان سے کیا، جم کر اور ساری توجہ وصلاحیتیں مرتکز کر کے کیا، وہ ہر قدم میں سو بار سوچتی تھی اور ایک بار کرتی تھیں، مگر کیا وہ جو کرنے کے قابل تھا، پھر کر دکھایا۔ واقعہ بھی یہ ہے کہ انسان کسی بھی حالت میں اپنے دل کو نہ گرائے ورنہ لوگ گرے ہوئے مکان کی اینٹیں اٹھا کر لے جاتے ہیں مگر کھڑی ہوئی عمارت کو کوئی بھی ہاتھ نہیں لگاتا ..... ؎

دورانِ سفر ہم نے پلٹ کر نہیں دیکھا
جب گھر سے نکل آئے تو پھر گھر نہیں دیکھا

ساری عمر اماں جی مرحومہ ومغفورہ اسی اصول پر کاربند رہیں۔

Marfat.com

غلام مصطفٰے خان تھانیدار اور نجم المدارس کلاچی میں داخلہ :

تھانے میں قیام کے ایام میں میری یتیمی، مظلومیّت اور معصومیّت کے پیش نظ
تمام پولیس والے مجھ پر شفقت کرتے تھے۔ان ہی ایام میں ایک نیک سیرت اور پاکبا
انسان جناب غلام مصطفٰے خان گنڈہ پور چودھوان تھانے کے انچارج تھانیدار تھے، ان کو مجھ
گنہ گار کے ساتھ بے حد انس ہوگیا تھا، میری تمام حالات کی خبر گیری کرتے رہتے، کھون
کرید کر کے جب انہیں میری تمام حیثیات کا علم ہوگیا تو اور بھی شفقت فرمانے لگے۔ایک
دفعہ پوچھا میٹرک کے بعد حالات سدھر جائیں تو تمہارا کیا پروگرام ہوگا؟ دکانداری ؟
زمینداری؟ تجارت یا ملازمت؟ میں نے عرض کیا دینی تعلیم کی تحصیل کا ارادہ ہے۔پوچھ
کہاں جاؤ گے؟ میں نے عرض کیا ملتان کے قاسم العلوم میں جہاں مولانا مفتی محمودؒ شیخ
الحدیث ہیں۔فرمایا بیٹے! ملتان کی بات تم کیسے کرتے ہو، گھر میں کوئی مرد نہیں، بہنیں چھوٹی
اور یتیم ہیں، کوئی بڑا بھائی بھی نہیں ہے، والدہ بوڑھی اور صدموں سے دوچار اور حالات سے
لاچار ہے۔ کہنے لگے میری تجویز یہ ہے کہ تم کلاچی میں داخلہ لے لو، یہاں میرا اپنا گھر بھی
ہے، احباب اور رشتہ دار بھی ہیں، کلاچی میں مولانا قاضی عبدالکریم صاحب اور مولانا قاضی
عبداللطیف صاحب کا قدیم مدرسہ ہے نجم المدارس میں داخلہ دلوادوں گا، ایک تو ہمیں
خدمت کا موقع مل جائے گا دوسرا تم بھی گھر کے قریب ہوجاؤ گے اور گھریلو ذمہ داریاں بھی
نبھا سکو گے۔ان کی تجویز مجھے پسند آئی اماں جی سے عرض کیا تو انہوں نے اجازت دیدی۔

ایماندار خاتون کا تاریخی کارنامہ :

جن حالات سے میں گذر رہا تھا یا ہمارا خاندان گذر رہا تھا ایسے حالات میں اپنے
اکلوتے اور یتیم بیٹے کو محض (توکّلاً علی اللّٰہ) دینی تعلیم کے لئے گھر سے نکال دینا دل
گردے کا کام ہے۔ پختہ ایمان والی خاتون ہی ایسا اقدام کرسکتی ہے ورنہ عقل اور اسباب

Marfat.com

ل ہو جاتے ہیں۔آخر جب گھر میں کوئی مرد نہ ہو، اتنا بھی بچہ گھر میں نہ ہو جو بازار سے سودا لف لا سکے، خانگی امور میں اپنے بھی بیگانے بن چکے ہوں، والد مرحوم کا انتقال ہو چکا ہو ور ایک سرپرست قتل کر دیئے گئے ہوں اور گھر میں ایک ہی چشم و چراغ ہو، ایک ہی بچہ اور س کے بھی جان سے مار ڈالنے کے خوفناک سایے ساتھ لگے ہوئے ہوں، گھریلو آمدنی اور سائل کالعدم ہوں، موروثی اراضی سے فصل کی آمد غیر متوقع بلکہ موہوم ہو، اکلوتے بیٹے کو ینی تعلیم کے لئے اور وہ بھی سال دو سال کے لئے نہیں آٹھ دس سال کے لئے وقف کر دینا ایک ایماندار خاتون ہی یہ کارنامہ انجام دے سکتی ہے اور الحمدللہ کہ اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے بخوشی ورغبت اجازت بھی دی، اخراجات بھی دیئے، دعائیں بھی دیں اور چہرے پر بل تک نہیں آیا۔

نجم المدارس میں نئی زندگی کا آغاز :

جناب غلام مصطفٰے خان گنڈہ پور تھانیدار نے علاقہ بھر کی قدیم اور عظیم دینی درسگاہ نجم المدارس کلاچی میں میرا داخلہ کرا دیا اور یہیں سے میری باقاعدہ دینی تعلیم کا آغاز ہوا۔ نجم المدارس کلاچی میری اولین مادر علمی ہی نہیں بلکہ پناہ گاہ بھی ہے اور تربیت گاہ بھی بلکہ میرے لئے تو حفاظت کا قلعہ ثابت ہوا۔یہیں سے مجھے نئی زندگی ملی، فکر وعمل کے زاویے بدلے، سیرت واخلاق کا معیار بدلا اور علومِ نبوت سے شناسائی کے لئے زندگی کی گاڑی رواں دواں ہوگئی جس میں اماں جی مرحومہ ومغفورہ باقاعدہ شریک رہیں، دعا بھی، دوا بھی، سایۂ رحمت بھی، نورِ ہدایت بھی، حوصلہ وسرپرستی بھی، تشجیع اور ہمت آفرینی بھی۔

کلاچی کے اکابر اساتذہ کی شفقتیں اور اپنے دامنِ رشد وہدایت میں تھام لینے کا احسان کبھی نہیں بھولونگا مگر پسِ منظر میں والدہ کی جرأت، توکل اور تفویض نہ ہوتی تو کلاچی کے قاضی برادران کا دامنِ رشد وہدایت کب ملتا، نجم المدارس تک رسائی اور

Marfat.com

یہاں پڑھائی کے امکانات معدوم ہوجاتے۔ جو کچھ بھی ہے اماں جی مرحومہ ومغفورہ کی مساعی اور قربانیاں اس کی خشتِ اول اور بنیاد کا پتھر ہیں جس پر ساری تعمیر کا دار ومدار ہوتا ہے۔ بنیاد کا پتھر اور اس کی تمام تر قربانی کا علم صرف اللہ ہی کو ہوتا ہے، وہی نام بھی جانتا ہے، کام بھی جانتا ہے اور انعام بھی جانتا ہے۔ اللہ پاک اماں جی مرحومہ ومغفورہ کو اس کے کام اور نام سے بڑھ کر اپنی عظمتِ شان ہی کے شایانِ شان انعام عنایت فرمائے۔

تعلیم وتربیت کی ایک مثال :

نجم المدارس کلاچی میں داخل ہونے سے قبل دو سال میٹرک تک سکول کی تعلیم کے دوران اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے اپنے اکلوتے یتیم بیٹے (عبدالقیوم حقانی) کی تعلیم وتربیت اور کنٹرول وانضباط کے لئے جس حکمتِ عملی، دانائی اور عقل مندی سے کام لیا وہ بھی ان ہی کا خاصہ ہے ورنہ آجکل کے گندے ماحول اور آزاد سوسائٹی میں ایسے لڑکے جن کا والد نہ ہو، کوئی سرپرست بھی نہ ہو، کوئی چچا، ماموں نگران بھی نہ ہو اور قدم قدم پر دعوتِ گناہ کی ترغیبات موجود ہوں، کون ہے جو بچ کے رہے؟

درابن ہائی سکول کے ہاسٹل میں قیام کے ایام میں ایک روز میں دوپہر کے وقت پیدل گھر کے لئے چل پڑا اور نو (۹) میل کا سفر پیدل طے کیا، شدت کی دھوپ، کڑاکے کی گرمی۔ گھر پہنچا تو چہرہ اترا ہوا تھا اور آثار بتا رہے تھے کہ میری حماقت نے میری کیا ہیئت بنا رکھی تھی۔ اماں جی مرحومہ ومغفورہ سمجھ گئیں۔ دو روز بعد جب واپس سکول پہنچا تو استاذ جناب ماسٹر کالو خان مرحوم نے اپنے ہاں بلایا اور بڑے پیار سے سمجھایا، محبت کے ساتھ ساتھ ڈانٹ بھی پلائی، ترغیب کے ساتھ ترہیب بھی تھی کہ دیکھو آجکل کی شدید گرمی اور دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ آدمی نو، نو میل پیدل چلے، گرم ہوائیں چلتی ہیں، راستے میں پینے کا پانی بھی نہیں، لو لگ جاتی ہے تو ہسپتال پہنچنے سے پہلے

Marfat.com

پہلے آدمی قبرستان پہنچ جاتا ہے۔

دھڑکتا ہوا دل :

نصیحت کرتے کرتے فرمایا :

''عزیز! تمہیں اپنی بوڑھی اماں جی کا تو خیال رکھنا چاہیئے تمہاری بے جا حرکت سے اس ستم رسیدہ بیوہ خاتون کو کس قدر اذیت اور تکلیف پہنچی ہے، دیکھو! وہ تمہارے ہی نامناسب اقدام سے چودھوان سے درابن میرے گھر آئیں کہ میرے بیٹے کو سمجھادو کہ وہ دوپہر کو شدت کی گرمی میں تنِ تنہا پاپیادہ سفر نہ کرے''۔

میں سمجھ گیا کہ کالو خان ماسٹر کے میٹھے بول، محبت، شفقت اور پیار و ہدایت اور شیرینیٔ گفتار کے پس منظر میں اماں جی مرحومہ ومغفورہ کا دھڑکتا ہوا دل اور ماں کی مامتا ہے جو بول رہی ہے۔ کاش! یہ شعور مجھے اس وقت حاصل ہوتا کہ والدہ کیا ہوتی ہے اور اس کی اطاعت ہی باعثِ نجات وذریعہ سرفرازی ہے تو میں ہرگز ایسی حرکات نہ کرتا جس سے اماں جی کو تکلیف ہوتی اور اب اگر ازالہ ہوسکتا ہے تو دعا سے اور ایصالِ ثواب سے۔ تلاوت ہوتی ہے تو وہ اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ کو ایصال ثواب کر دیتا ہوں اور دعائے مغفرت کا تو اہتمام ہوتا ہی رہتا ہے اور یہ جو اب جامعہ ابوہریرہ بنا ہے یا میری تصنیفات اور ٹوٹی پھوٹی دینی خدمات کا سلسلہ ہے یہ بھی تو اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَھَا وَارْحَمْ عَلَیْھَا.

اولاد کے اعمال، صدقہ جاریہ :

تلاوت اور ایصالِ ثواب پر یاد آیا کہ اگر تلاوت کر کے اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ

Marfat.com

کے لئے ایصال ثواب کروں گا تو یہ میری اپنی نیک بختی اور سعادت ہوگی اور اگر نہیں کروں گا تب بھی اماں جی مرحومہ ومغفورہ میری ہر تلاوت اور ہر نیک عمل میں برابر کی شریک رہیں گی اور اسے پورا پورا ثواب بھی پہنچتا رہے گا۔

اولاً ! تو اس لئے کہ میں ان کا بیٹا ہوں اور ان کے لئے صدقہ جاریہ بھی، خدا تعالیٰ واقعۃً بھی مجھے ان کے لئے صدقہ جاریہ بنادے، حسنات کی توفیق دے اور سیئات معاف کردے۔

ثانیاً! اس لئے کہ میں نے اولاً قرآن بھی ان ہی سے پڑھا ہے۔ ناظرہ قرآن مجھے گھر میں اماں جی مرحومہؒ نے پڑھایا۔ بعد میں مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب نے حضرت مولانا مفتی عطا محمد مرحوم (چودھوان) کی دعوت پر ان کے مدرسہ میں قرآن پڑھانا شروع کیا تو مجھے والدین نے مشورہ کر کے ان کے ہاں داخل کر دیا۔ قاری صاحب ہمارے علاقے میں قرأت وتجوید کے ساتھ قرآن پڑھانے والے پہلے استاذ تھے جبکہ اس سے قبل بھی پورے شہر میں حفظ وناظرہ کی تدریس کے مدرسے موجود تھے، اور پورے ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں یہ اعزاز ہمارے گاؤں ہی کو حاصل ہے، کہ اگر دوسرا شخص نہیں تو گاؤں کا تیسرا شخص ضرور حافظِ قرآن ہے۔ مگر قاری صاحب موصوف کی تشریف آوری سے پورے گاؤں میں قرأت وتجوید کا چرچا بڑھ گیا، طلباء کی دلچسپی کو دیکھ کر بیرونی طلباء کے قیام کا بھی اہتمام کیا جانے لگا جو قاری صاحب سے حفظ وقرأت کا سبق پڑھتے۔ وہ نورانی قاعدہ بھی قرأت وتجوید کے ساتھ پڑھاتے، تلفظ ومخارج کی ابتداء سے اصلاح فرماتے تھے، گاؤں کے لوگوں نے کبھی قرأت وتجوید سے قرآن سنا ہی نہیں تھا اس لئے قدیم طرز کے بزرگ لوگ ان کے مخالف ہو گئے۔

Marfat.com

جب استاذ کا دل خوش ہوگیا :

مگر اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے لوگوں کے غلط پروپیگنڈے کا کوئی اثر نہیں لیا۔ مجھے سکول کی گرمیوں کی تعطیلات کے زمانے میں قاری صاحب کی درسگاہ میں باقاعدہ بھیجتی رہیں۔ جب چھٹی کر کے درسگاہ سے واپس گھر آتا تو اماں جی مرحومہ ومغفورہ مجھ سے روزانہ کا سبق سنتیں اور خوش ہوتیں۔ قاری صاحب نے اپنے تلامذہ کے لئے اپنے گھر میں ہندوستانی طرز کی قاریانہ ٹوپیاں بنائیں تو اماں جی مرحومہ نے اپنی جیب خاص سے ہدیہ دے کر وہ ٹوپی خریدنے اور پہننے کی تاکید فرمائی اور کہا کرتیں کہ :

''اس سے استاذ کا دل خوش ہوگا اور اہلِ علم سے مناسبت ہوگی، ان کی مشابہت اور نقل کرو گے تو اللہ اصل میں تبدیل کر دے گا''۔

اماں جی مرحومہ ومغفورہ کے پاس مترجم قرآن تھا۔ تاج کمپنی کا عمدہ اور شاندار مطبوعہ نسخہ، خود بھی اس میں تلاوت کرتیں، مجھ سے بھی اس میں سنتیں، مجھے بھی اس میں تلاوت کے لئے تاکید فرماتیں اور بین السطور ترجمہ دیکھنے کی ترغیب دیتیں۔ میری تلاوت ختم ہو جاتی تو اردو ترجمہ دیکھتا رہتا، اس سے فکر وعمل کی تشکیل ہوتی اور فکری پختگی کی جانب پیش رفت ہوتی۔ قربان جاؤں! کیا کیا ترغیب کا انداز تھا۔

قاری صاحب آ گئے :

جب عصر کو چھٹی ہوتی اور میں قاری عبدالرحمٰن صاحب سے خریدی ہوئی ٹوپی پہن کر والدِ مرحوم کی دکان پر آتا تو آپ مجھے دور سے دیکھ کر با آواز بلند فرماتے ماشاءاللہ! قاری صاحب آ گئے، قاری صاحب آ گئے۔ ان کے الفاظ کی تکرار ہوتی اور میں سمجھتا کہ میں واقعی قاری صاحب بن گیا ہوں، خوشی سے پھولے نہ سماتا۔ اپنی کوتاہی آڑے آئی، قاری صاحب

Marfat.com

نہ تب بن سکا اور نہ اب ہوں اور اب جو قرّاء اور اہلِ علم کی تھوڑی بہت نقل ہو رہی ہے بسا غنیمت ہے۔ یہ بھی تو والدین کی تربیت، دعاؤں، توجہات اور نیک توقعات کا ثمرہ ہے۔ اللہ کریم کی رحمتِ حق سے بعید نہیں کہ وہ نقل کو اصل سے تبدیل کر دے۔

خیال تھا کہ اب اپنی اولین مادر علمی نجم المدارس میں تعلیم وتربیت، تحصیل علم اور مسافرت اور اماں جی مرحومہ ومغفورہ کی مساعدت ومعاونت، معاملت اور رأفت ورحمت اور شفقت ومحبت اور کمالِ توجہ وعنایت کی حسین یادوں کو زیب قرطاس کروں مگر یادداشتوں کی دنیا بھی عجیب ہے، دماغی کمپیوٹر نے ماضی کے کئی روشن دریچے وا کر دیئے ہیں۔ ہر واقعہ اور ہر قصہ ایک سے ایک بڑھ کر، عبرت انگیز بھی، حیرت انگیز بھی اور سبق آموز بھی۔

بچوں میں دینی اور نیم سیاسی کام :

دسویں جماعت میں زیرِ تعلیم تھا، جمعیت علماء اسلام پاکستان کی انتخابی مہم زوروں پر تھی یہ وہ دور تھا جب جمعیت ایک تھی۔ اسی دور میں بی بی سی نے ایک تجزیاتی رپورٹ میں کہا تھا کہ عنقریب پاکستان گورنمنٹ کی باگ ڈور جمعیت علماء اسلام سنبھال لے گی۔

جمعیت کی ذیلی تنظیم جے ٹی آئی بنی۔ احقر سکول کا طالب علم تھا، عمر بہت چھوٹی تھی مگر اس کے باوجود درابن، چودھوان اور موسیٰ زئی شریف جیسے شہروں کے سیاسی شعور اور انقلابی ولولوں سے ناآشنا لوگوں کی چھوٹی اولاد میں اپنی تنظیم بنانے میں کامیاب ہوگیا۔ درابن میں، موسیٰ زئی میں اور چودھوان میں چھوٹے چھوٹے بچوں کے جلوس نکالے جلسے کئے، تقریریں بھی کیں اور دعوتیں بھی چلائیں۔ بچپن کے ان دوستوں میں مولانا قاری رشید احمد اخوندزادہ موسیٰ زئی شریف، صاحبزادہ حافظ محمود مرحوم چودھوان، مولانا حافظ عبدالمجید جامی (گنڈی عیسب) کے نام ہمیشہ یاد رہتے ہیں کہ بچپن کے ان معرکوں میں یہ

Marfat.com

لوگ میرے دست وبازو ہوا کرتے تھے۔اس سلسلہ کے ہر کام اور ہر قدم کے آغاز میں اماں جی مرحومہ ومغفورہ سے مشورہ لیتا۔مرحومہ مشورہ بھی دیتیں اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازتیں، کاندھے پر تھپکی دیتیں۔گھر سے نکلتا چل پڑتا، جدھر رخ ہوتا ادھر کامیابیاں اور کامرانیاں میرا استقبال کرتیں۔

علاقائی اور خاندانی ماحول اگر چہ اس کے موافق نہیں تھا۔میرے ایک چچا مرحوم نے بار بار کہا اور سمجھا سمجھا کر کہا۔بھتیجے! مولوی (مسجد والا) بن کر کیا کرو گے، پہلے سے ٹکیاں کھانے والے (گھر گھر سے روٹی، نیم روٹی کا وظیفہ اور ٹکڑے جمع کرنے والے) اور کوئی تھوڑے ہیں کہ تم بھی اس راستے پر چل نکلے ہو۔مگر اماں جی مرحومہ نے تو کبھی اسے عار سمجھا نہ خاندانی وقار کے خلاف سمجھا بلکہ میری روئیداد سن سن کر خوش ہوتیں۔حوصلہ افزائی فرماتیں اور کہتیں بیٹا! یہ اعمال ایسے ہیں جو ہماری نجات کا ذریعہ بنیں گے۔

مہمانوں کی خدمت اور سخاوت :

بہر حال قدرتِ لم یزل نے مجھے اب دین کے راستے پر گامزن کر دیا تھا، اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ کی دعائیں، توجہات اور شب بیداری کی بے قراریاں میری پشت پناہی کر رہی تھیں بلکہ مجھے آگے بڑھا رہی تھیں نویں، دسویں، کی طالب علمی کا زمانہ تھا اس میں کیا عمر ہوتی ہے؟ اور کیا شعور ہوتا ہے مگر دین کی نسبت کے حوالے سے خدا نے مجھے گویا ''اندھوں میں کانا راجہ'' بنا دیا۔تھا مڈل میٹرک کے درجہ کے طلبہ کی اپنی چھوٹی سی تنظیم بنالی تھی میں اس کا سیکرٹری بن گیا، آبائی گاؤں چودھوان میں جے ٹی آئی کا دفتر بھی کھولا تھا میرے ہم عمر سکول کے طلبہ وہاں آ کر دینی ومذہبی لٹریچر سے استفادہ بھی کیا کرتے تھے۔

میں دفتر کا انچارج بھی تھا۔اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ یہ حالات سن سن کر خوش ہوتی

Marfat.com

تھیں۔ظاہر ہے جب اس نوعیت کی ذمہ داری اور مرکزیت میرے سر تھی تو مہمان بھی آتے تھے اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ اپنی حیثیت' وسعت اور طاقت سے دس گنا بڑھ کر میرے مہمانوں کیلئے ضیافت کا اہتمام کرتی تھیں،غربت وافلاس اور فقر وعسرت کے سایے بھی ساتھ ساتھ لگے رہتے تھے،چائے بسکٹ ،کھانا،پھر کھانا بھی عمدہ کھانا،سبزی گوشت اور علاقہ کی روایات کے مطابق ثرید کا اہتمام ہوتا تھا اور اس خدمت پر خوش ہوتی تھیں کہ میرے بیٹے کے مہمان آتے ہیں۔

اچھے دوست :

اماں جیؒ کی دعائیں اس عمر میں رنگ لاتی رہیں اور مجھے نویں دسویں جماعت میں اچھے رفقاء مل گئے ان کی صحبت' معیت' محبت اور رفاقت نے میرے اسلامی اور دینی ذہن میں پختگی پیدا کی اور علمی فکر کو جلا اور۲ستحکام ملتا رہا،اس زمانے کے دوستوں میں جناب ڈاکٹر احسان الحق (چودھوان) جناب احمد جان (گرہ مدہ) جناب رشید احمد درابن کے نام بھی کام بھی اور احسانات بھی میرے ذہن کے دریچوں میں محفوظ ہیں۔

محلّہ کی مسجد پر جمعیت کا جھنڈا :

اسی دور کا ایک یادگار واقعہ یہ بھی محفوظ کرنے کے قابل ہے کہ پورے شہر میں دینی دعوت اور جمعیت کی بات نوخیز لڑکوں میں میرے حوالے سے چلنے لگی تو مجھے یہ فکر جنون کی حد تک دامن گیر ہوگئی کہ ہمارے محلّہ کی مسجد کو بھی اس کا مرکز ہونا چاہئیے ،مگر اس وقت مسجد کے پیش امام ایک جید عالم دین' عظیم مصنف' وادیب..... تھے ان کا تعلق کسی دوسری جماعت سے تھا اور میری جمعیت سے وابستگی انہیں پسند نہ تھی مگر اس کے باوجود بھی ایک مرتبہ گاؤں کے چھوٹی عمر کے لڑکوں کو جمع کیا،عصر کے بعد ان کے سامنے تقریر کی جو اماں جی

Marfat.com

مرحومہ ومغفورہؒ اپنے گھر میں بیٹھ کر سنتی رہیں کیونکہ ہمارے گھر کے کمروں کی پشت کی دیوار مسجد میں تھی اور پھر ان بچوں کو ساتھ لے جا کر بازار میں جلوس نکالا۔ اب مسجد پر جمعیت کا جھنڈا لگانے کے جذبہ نے انگڑائی لی..... میں جھنڈا لیکر مسجد کی چھت پر چڑھ گیا کہ مولانا موصوف آ موجود ہوئے اور سختی سے منع کر دیا میں کب رکنے کا تھا، اپنا کام کر ڈالا تو انہوں نے محلّہ کے بعض شر پسند جوانوں کو میری مرمت کرنے کا مشن سونپ دیا۔ اماں جی مرحومہ و مغفورہؒ کو علم ہوا تو بے قراری' بے چینی' اضطراب اور تشویش کے بجائے پورے وثوق یقین' اعتماد اور بھرپور جرأت اور بہادری سے مجھے اس کام پر مبارکباد دی، استقامت کی دعا فرمائی اور فرمایا :

"بیٹے! بہت اچھا کیا ہے ان شر پسندوں اور خود مولانا صاحب موصوف سے میں خود نپٹ لوں گی اپنا کام کیئے جاؤ کہ سارا گاؤں تم سے خوش ہے اور تمہارے کاموں پر سب لوگ مجھے مبارکباد کہتے ہیں"۔

ماموں کے گھروں میں شادیاں :

والد مرحوم کے انتقال کو ابھی دس دن پورے نہیں ہوئے تھے کہ میرے دونوں ماموں کے گھروں میں میرے ملویروں (ماموں زاد بھائیوں) کی شادیاں، رچائیں گئیں، ڈھول باجے، کبڈیاں، میلے، اخراجات اور اسراف وتبذیر اس کے علاوہ۔ مغرب کے بعد چاند کی چاندنی میں ہم یتیم بہن بھائی اپنے گھر میں والدہ کے دائیں بائیں بیٹھے تھے، ماموں جان کے گھروں سے ڈھولوں باجوں کی آوازوں کی گونج ہمارے گھر تک پہنچ رہی تھی۔ انہیں نے نہ تو اپنے بہنوئی (میرے والدِ مرحوم) کے سوگ کا لحاظ کیا اور نہ اپنی ستم رسیدہ بہن کو اپنی خوشیوں میں شرکت کی دعوت دی۔ جرم غربت وافلاس تھا، ناداری اور یتیمی وجہ اعراض تھی کہ اس دور کا سب سے بڑا جرم افلاس ہے۔ گناہ امارت کی آغوش میں نیکی کہلاتا ہے اور نیکی

Marfat.com

افلاس کے دامن میں گناہ کہلاتی ہے، غربت کی دنیا بہرحال حسرتوں کا نشیمن ہے۔

خدا کی رضا دین کے کام میں ہے :

خدا جانے طبلے کی ایک ایک تھاپ اور ڈھول کی ایک ایک آواز سے اماں جی مرحومہ ومغفورہ کے دل پر کتنے کتنے زخم اور کیسی کیسی چوٹیں وارد ہوتی ہوں گی مگر آپ سراپا صبر وتحمل کا نمونہ بنی بیٹھی تھیں۔ فرمایا :

''بیٹے! تم جو کام کر رہے ہو، قرآن پڑھتے ہو، بچوں میں دینی تنظیم بناتے ہو، دین کی اور جہاد کی اور اصلاح واسلام کی بات کرتے ہو سب لوگ آفرین کہتے ہیں، خدا بھی راضی اور مخلوق بھی خوش۔ مجھے سب لوگ مبارکباد کہنے آتے ہیں۔ ڈھولوں، شادیوں، میلوں ٹھیلوں اور تماشوں پر خدا راضی نہیں ہوتا، تم جو دین کا کام کر رہے ہو اللہ پاک نے پہلے سے ایسے حالات بنا دیئے ہیں کہ تمہیں اس گندے ماحول میں جانا ہی نہ پڑے۔ اگر وہ بلاتے اور ہم بھی رشتہ داروں اور خاندانی روایات کو نبھاتے اور وہاں جاتے تو تمہیں فکری نقصان ہوتا اور ڈھول وطبلہ کی دنیا میں بہہ جاتے۔ فرمایا: بیٹے! اس بچپن میں اللہ نے مجھے تمہارے دینی کاموں سے مطمئن کر دیا ہے، بھائی مجھے نہیں اپناتے اور تمہارے والدِ مرحوم کے خاندان میں بھی میرے لئے اپنائیت نہیں ہے تو نہ ہو اللہ کے ہاں ضرور ہے کہ وہ ہماری اولاد کو نیک کام کی توفیق سے نواز رہا ہے''۔

اماں جی مرحومہ ومغفورہ کا یقین تھا کہ اس بزمِ سود وزیاں میں کامرانی کا جام کبھی کوتاہ دستوں کے لئے نہیں بھرا گیا، وہ ہمیشہ ان ہی کے حصہ میں آیا جو خود بڑھ کر اٹھا لینے کی

Marfat.com

جرأت رکھتے ہیں ..... ؎

یہ بزم مئے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھالے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

بڑی ہمشیرہ صاحبہ، امتحان کا ایک اور مرحلہ :

جی چاہتا ہے آگے بڑھوں اور اپنے قارئین کو بھی ساتھ لے کر چلوں مگر کیا کروں یہ تو دکھوں کی داستان ہے، بات پہ بات یاد آتی ہے۔ اماں جی مرحومہ ومغفورہ کی ادائیں ایک ایک کر کے سامنے آتی ہیں، کوئی بھی ایسی ادا نہیں جسے بھلایا جاسکے یا چھوڑا جاسکے۔ یتیمی کا زخم تازہ تھا، والدِ مرحوم کے انتقال کے بعد بظاہر اسباب کچھ ایسے وسائل بھی نہ تھے جن پر بھروسہ کیا جاسکے۔ اماں جی مرحومہ ومغفورہ کے لئے میری تعلیم کا مسئلہ تمام مسائل پر اہم اور مقدّم تھا، وہ اسی پر اپنی تمام توجہ مرکوز کئے ہوئے تھیں کہ بڑی ہمشیرہ صاحبہ کے نکاح کے بعد کی سنگین صورتحال کے طوفانِ بلاخیز کے گردابوں نے پورے خاندان کو آگھیرا۔ والدِ مرحوم نے اپنے پڑوس کے ایک یتیم وغریب کو بربنائے شفقت ومحبت اپنا داماد بنالیا تھا مگر ان کے مزاج میں تمرّد تھا، وہ والدِ مرحوم کی کمالِ شفقت ومروّت اور احسان کو ان کی کمزوری پر محمول کر گیا اور اس کا بے جا فائدہ اٹھانا چاہا ..... ؎

کسی کے ظرف سے بڑھ کر نہ کر مہر و وفا ہرگز
کہ اس بے جا شرافت کا بڑا نقصان ہوتا ہے

وہی ہوا جو محسنین کے ساتھ ہوتا آیا ہے۔ والدِ مرحوم کے جان سے مارے ڈالے جانے کی کوشش کی گئی، ان پر شدید حملہ کیا گیا، وہ زخمی ہوئے اور پھر طویل علالت کے بعد اسی بیماری سے جنت کو سدھار گئے۔ اب والدہ کے لئے بڑی ہمشیرہ کے مستقبل کی صورت

Marfat.com

گری اور ظالم داماد سے گلوخلاصی کا مرحلہ سامنے تھا۔مخالفین نے عدالت میں دعویٰ کر دیا، ادھر مظلوم اور بوڑھی اماں جی اور ہم یتیموں کی بے چارگی، مقابلے میں مرد اور تمام تر وسائل مگر اس بوڑھی خاتون نے ہمت نہیں ہاری، ڈٹ کر قانونی جنگ لڑی۔ بڑی جرأت، بہادری اور پامردی کے ساتھ ڈٹ گئیں، اس میں میرے چچازاد بھائی جناب ممریز خان صاحب اخوندزادہ کے احسانات اور حسنِ تدبیر کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا مگر ایک خاتون ہوکر جس طرح اماں جیِ مرحومہ ومغفورہ مسلسل عدالتوں کی پیشیاں، چودھوان سے ڈی آئی خان کے مسلسل اسفار اور زحمتیں برداشت کرتی رہیں۔انہی اسفار میں نماز کی پابندی اوراد و وظائف کا تسلسل، تلاوتِ قرآن کے معمولات تک میں فرق نہیں آنے دیا۔اماں جی مظلومہ تھیں، مظلوم اگرچہ کیسا ہی نحیف ہو، کمزور ہو ظالم کے ظلم کی تاب لاسکتا ہے مگر ظالم مظلوم کی آہ کی کبھی بھی تاب نہیں لاسکتا .....

بترس از آہِ مظلوماں، کہ ہنگامِ دُعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

احقران دنوں ہائی سکول درابن کلاں میں زیرِتعلیم تھا۔ان کے ڈی آئی خان آتے جاتے یہاں ملاقات ہوجایا کرتی تھی۔بالآخرخدانے اماں جی مرحومہ ومغفورہ کو کامیاب فرمایا اور بڑی ہمشیرہ کی گلوخلاصی ہوئی۔صبر وتحمل، برداشت اور رضا بالقضا کے بدلے اللہ نے انعام سے نوازا، ہمشیرہ کی دوسری جگہ شادی ہوئی اور اب الحمدللہ صاحبِ اولاد، خوشحال اور مطمئن ہے۔ان کی آج کی مسرتوں اور خوشحالیوں میں اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ کی قربانیوں، ریاضت بلکہ خون پسینے کا دخل ہے .....

چمن میں حسنِ گل و لالہ دیکھنے والو
گلوں میں عکسِ رخِ باغباں بھی ہوتا ہے

Marfat.com

گندم کی روٹی پر لڑائی :

یہ تو پہلے بارہا اور بہ تکرار لکھ چکا ہوں کہ والدِ مرحوم کے سانحہ کے بعد ہماری معیشت اور معاشی حالت حد درجہ ناگفتہ بہ تھی۔ مہینوں مہینوں ہمارے گھر میں جوار (مکئی نہیں' یہ وہ جوار ہے جو چھوٹے چھوٹے دانے ہوتے ہیں اور حیوانات کو کھلائی جاتی ہے) کے ڈھوڈے پکتے تھے۔ گاہے گاہے اور وہ بھی ہفتوں بعد۔ کسی نیک دل یا رحم دل پڑوسی سے ایک دو گندم کی روٹیاں مل جایا کرتی تھیں۔ وہ روٹی گھر آتی تو ہم بہن بھائی آپس میں لڑ پڑتے۔ بہنیں کہتیں کہ ہم کھائیں گے' میں کہتا کہ یہ روٹی مجھے ملنی چاہیئے۔ والدہ مرحومہ ومغفورہ یہ منظر دیکھ کر کبھی دل نہ ہارتیں اور نہ اس پر روتیں بلکہ بڑے اطمینان سے فریقین میں صلح صفائی کرا دیتیں اور فرماتیں :

''تمہاری محنت ہے' اللہ تمہیں اجر دے گا' چیز تمہاری ہے تم ہی نے کھانی ہے مگر عبدالقیوم تو پھر بھی تمہارا بھائی ہے اور ایک بھائی ہے' اسے نہیں دو گے تو اور کسے دو گے''؟

والدہ ماجدہ اور ہمارا پورا خاندان اس طرح کی عُسرت اور فقر و فاقہ کے مرحلوں سے گذر رہا تھا مگر اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے ان حالات و کیفیات کو گھر کی چار دیواری سے باہر کبھی آؤٹ نہیں ہونے دیا' نہ پڑوسیوں کو علم ہونے دیا اور نہ کبھی ایسا حیلہ بہانہ تراشا جو پڑوسیوں سے یا رشتہ داروں سے یا دور کے لوگوں سے حسنِ طلب پر حمل ہو۔

پیشۂ حصولِ رزق حلال :

اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے میری چھوٹی چھوٹی بہنوں کو چٹائیاں بُننا سکھایا تھا' چٹائیاں بُن بُن کر میرے تعلیمی اخراجات کی کفالت کی۔ پھر اس سے بچا بچا کر اپنی ذات

Marfat.com

اوراپنی بیٹیوں کے لئے قُوت لایموت مہیا کیا۔اس سے بھی بچا بچا کراتنی رقم جمع کرلی کہ ایک کپڑوں کی سلائی مشین خرید لی۔میری بہنوں کو کپڑوں کی سلائی سکھلائی۔پھراتنا ارزاں سیّا کہ بازار میں اگر دوروپے میں جوڑا سیّا جاتا تھا تو ہمارے گھر میں جوڑے کی سلائی کی مزدوری ایک روپیہ ہوا کرتی تھی۔اولاً میری بڑی ہمشیرہ صاحبہ نے سلائی مشین سیکھی تو میرے تعلیمی اخراجات سمیت گھر کے تمام مصارف کا بوجھ ان کے کاندھوں پر آپڑا۔وہ صبح سویرے کپڑے سینے بیٹھتیں مغرب تک اور پھر لالٹین جلا کر رات گئے تک محنت و مشقت کرتی رہیں،اماں جی مرحومہ ومغفورہ تمام مرحلوں میں ساتھ رہتیں۔مسلسل بیٹھے رہنے،مسلسل کام کرتے رہنے اور نظر ایک جگہ جمائے رکھنے سے بڑی ہمشیرہ کو مستقل دردِسر کا عارضہ لاحق ہوا تو اس کے بعد کی دونوں چھوٹی بہنوں نے سلائی کا کام سیکھ لیا مگر بایں ہمہ گھر کے تمام افراد نے قرآن کی تلاوت،نماز کی پابندی،اذکار کے معمولات میں ناغہ نہیں آنے دیا۔

ارباب علم وکمال کے محرکات :

اللہ پاک نے مجھ گنہگار سے ''ارباب علم وکمال اور پیشۂ رزقِ حلال'' لکھوائی،میں سمجھتا ہوں کہ اس کے پس منظر میں بھی اماں جی مرحومہ ومغفورہ اور یتیم بہنوں کی میری تعلیم کے سلسلہ میں سلائی کے رزقِ حلال میں انہماک اور میرے لئے تعلیمی اخراجات کی تحصیل کے وہ جذبات ضرور شریک بلکہ محرک ثابت ہوئے ہوں گے۔جن مخلصانہ جذبات سے انہوں نے اپنے گھر کے واحد چشم وچراغ،اپنے اکلوتے بھائی کو تندہواؤں،بادمخالف کی یلغار سے بچا بچا کر آج اس مقام تک پہنچایا کہ وہ ہاتھ میں قلم لئے بیٹھا ہے۔کبھی تفسیر لکھتا ہے،کبھی حدیث کی شرح،کبھی فقہ پر لکھتا ہے،کبھی تاریخ پر،کبھی حالاتِ حاضرہ پر،کبھی تدریس کرتا ہے،کبھی تبلیغ،کبھی مدرسہ بناتا ہے،کبھی سکول اور کبھی ہسپتال،یہ پیشہ رزقِ

Marfat.com

حلال (والدہ مرحومہ اور یتیم ہمشیرگان کی اپنے ہاتھوں کی کمائی سلائی) کی برکتیں ہیں کہ اہلِ کمال کا مقام تو نہیں مگر ان کی نقل اور مشابہت کی سعادتیں ہیں جو اللہ نے عنایت فرمائی ہیں۔ اللہ کریم سے استقامت کی دعا بھی ہے۔ واجرھم علی اللّٰہ۔

جب گھر میں افلاس کی بہار تھی :

هنيئاً لأرباب الكمال كمالهم وللعا شق المسكين مايتجرع

یعنی اربابِ فضل وکمال کے لئے ان کے کمالات مبارک ہوں، مگر عاشقِ مسکین کو شرابِ محبت کا گھونٹ گھونٹ نوشِ جان کرنا بھی بہت بڑی نعمت ہے۔

اور یہ بھی ان دنوں کی بات ہے جب اماں جی مرحومہ ومغفورہ اپنی اولاد کے سامنے بار بار دہرایا کرتی تھیں، فرمایا کرتیں :

جب اپنے ہاتھ خالی ہوں :

''بیٹو ! اس دور میں غربت وافلاس سے بڑھ کر جرم اور کوئی نہیں۔ جب ہمارے ایام سخت تھے تو خیرات وصدقہ کے ایام، ماہ ربیع الاول میں، ماہِ رجب میں یا ۲۷ رمضان میں جب ہمارے پڑوس بلکہ پورے شہر میں بطورِ صدقہ وخیرات کے چاول پکتے، دیگیں چڑھتیں، حلوے تقسیم ہوتے، تمام شہر میں تقسیم ہوتے، لوگ ایک دوسرے کے گھر بھیجتے۔ علاقائی روایات کے مطابق نماز مغرب کے بعد مسجد تھالوں، پلیٹوں اور خیرات سے بھرے برتنوں سے بھر جاتی، ایک دوسرے کے گھروں میں لیجانے اور لے آنے سے گلیاں کی گلیاں خوشبوؤں سے مہک جاتیں، اور یہ تو ایسے مبارک دن اور لمحات ہوتے ہیں کہ اہلِ دل اور اہلِ خیر اس روز انسان تو انسان کتے کو بھی محروم رکھنے کی

Marfat.com

جرأت نہیں کرتے مگر ہم تب بھی محروم رہتے' لوگ ہمارے گھر میں اپنا صدقہ وخیرات بھیجنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے کہ اصل مستحق تو ہم ہی تھے مگر جب وسعت آئی اور اللہ پاک نے وہ دور ختم کر دیا' اب خیرات کے ایام میں گھر میں اتنا آجاتا ہے کہ سنبھالا نہیں جا سکتا۔ یہ تو ہوتا ہی ہے ان ایام کے بغیر بھی اب لوگ اتنا بھیجتے ہیں کہ اس کا بھی احاطہ نہیں کیا جا سکتا' وللہ الشکر والحمد''۔

اماں جی مرحومہ ومغفورہ غربت وافلاس کے ان ایام کا جب تذکرہ فرماتیں تو بات بات پر خدا کا شکر بجالاتیں' فرماتیں :

''بیٹو! جو مزہ تکلیف میں ہے وہ آرام میں نہیں' مٹھاس کا حقیقی لطف لینا چاہتے ہو تو کڑوی شئے بھی چکھ لو' پھولوں کی لطافت سے کھیلنا چاہتے ہو تو کانٹوں کی چبھن سے بھی پیار کرو'' .....

خطر پسند طبیعت کو ساز گار نہیں
وہ گلستاں کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیاد

''فرماتیں : اللہ نے ہمیں افلاس کی چکیوں میں پیسا ہے۔ آج جو تمہارا بھائی عالم' مبلغ اور مصنف ومدرس بنا پھرتا ہے یہ تو اللہ کی عادت ہے' جس سے دین کے کام لینے ہوتے ہیں اسے پہلے افلاس کی چکیوں میں پیس پیس کر سنوارتے اور نکھارتے ہیں''۔

جب صراحی خالی ہو :

اس سے قبل قریب کے مضمون میں بڑی ہمشیرہ کے مستقبل' مقدموں' عدالتوں اور پیشیوں کی بات لکھ چکا ہوں۔ جب فریقِ مخالف کی طرف سے ہمارے خلاف عدالتی

Marfat.com

کاروائی اور مقدمہ بازی کا آغاز ہوا تو یہ اماں جی مرحومہ ومغفورہ کے لئے ایک ہیجان' اضطراب' بے چینی اور شب بیداری اور بے قراری کا ایک اور امتحانی مرحلہ تھا جس سے اللہ پاک نے گذارنا اور کندن بنانا تھا۔ اسباب کی دنیا میں ربّ الاسباب کے سوا کچھ نہ تھا' وسائل معدوم تھے' گھر میں کوئی مرد ایسا نہیں تھا جو مقدموں' عدالتوں اور وکیلوں کے جھمیلوں کی تاب لا سکے' میری عمر چھوٹی اور بہت چھوٹی تھی' بظاہر اسباب کے چاروں طرف دروازے بند تھے۔

اماں جی مرحومہ ومغفورہ بالآخر خدا کا نام اور قرآن مجید لے کر اپنے بھائیوں کے در دولت پر حاضر ہوئیں' بہ منت وسماجت عرض کیا کہ اخراجات جیسے بھی ہوں گے اور جہاں سے بھی ہوں گے میں خود مہیا کرلوں گی مگر عدالتی کاروائی میں تم لوگ میرے مختار اور وکیل بن کر آگے بڑھو' اگرچہ بچی میری بیٹی ہے مگر تمہاری بھی تو بھانجی ہے' اخلاق وشرافت' یتیموں کی سرپرستی وشفقت' انسانی ہمدردی اور اسلامی اخوت اپنی جگہ آخر ایک خون' ایک ماں باپ کی اولاد' بہن بھائی' رشتہ اور حمیت بھی تو کوئی چیز ہے جس کی پاسداری انسانی فطرت ہے۔

مخلوق نہیں خالق کے درِ دولت پر :

مگر اماں جی کے بھائیوں نے سمجھا کہ یتیم بھانجا اور یتیم بھانجیاں اور بیوہ بہن' ان کو ایک بار اپنا لیا تو گلے لگ جائیں گے' چمٹ جائیں گے تو پھر گلو خلاصی کے امکانات معدوم ہو جائیں گے۔ انہوں نے ہماری اماں جی کی درد بھری درخواست اور آہ بھری فریاد پر کان تک نہیں دھرا' ٹھکرا دیا اور ایسا ٹھکرایا جیسے پتھر پر گیند لگے اور واپس لوٹے۔ اماں جی مرحومہ ومغفورہ دل برداشتہ نہیں ہوئیں' بڑی ہمشیرہ کی تسلی کے لئے ہمیں اکٹھا کر کے فرمایا :

''بیٹو! ان لوگوں کا قصور نہیں' میرا قصور ہے کہ میں خالق کو چھوڑ کر مخلوق کے

Marfat.com

دردولت پر چلی گئی' یہ لوگ تو خود محتاج ہیں اور سراپا احتیاج ہیں' بھلا محتاج محتاج کی کیا بنائے گا۔ قصور ان کا بھی نہیں' حالات ایسے ہیں کہ اصل صراحی خالی ہے' جب صراحی خالی ہو تو پیمانہ کب ٹکتا ہے .....

بوقتِ تنگدستی آشنا بے گانہ مے گردد
صراحی چوں شود خالی جدا پیمانہ مے گردد
بے کسی میں نہ کوئی جب پئے امداد آیا
عقل نے راہبری کی ' تو خدا یاد آیا

جب ہمارا خالق ہے' معبود ہے' وہی حی وقیوم اور گرتوں کو تھامنے والا ہے' اب آیئے اسی کی بارگاہ میں سجدہ کرنا ہے اور ایسا سجدہ کہ منوا کے چھوڑنا ہے۔ پھر اللہ سے رجوع ہوئیں اور ایسی رجوع ہوئیں کہ منوا کے چھوڑا"۔

اور ہمیں اقبال کی تعلیمات میں" وہ سجدہ" کا عنوان یاد آ گیا .....

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

نظیر اکبر آبادی نے بھی خوب فرمایا ہے .....

اے دل کہیں تو جا کے نہ اپنی زباں ہلائے
اور دردِ دل کا اپنے کسی کو تو مت سُنائے
مانگ اس سے جس کے ہاتھ سے تو پیٹ بھر کے کھائے
مشہور یہ مثل ہے کہوں کیا میں تجھ سے ہائے
غیر از خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اُٹھائے
مقدور کیا کسی کا وہی دے وہی دلائے

Marfat.com

عمدہ ہیں جتنے خلق میں کیا شاہ کیا وزیر
اللہ ہی بس غنی ہے میاں ' اور سب فقیر
کیا گنج و ملک و مال ' مکان ' تاج کیا سریر
جو مانگنا ہے اس سے ہی مانگو میاں نظیر
غیر اَز خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اُٹھائے
مقدور کیا کسی کا وہی دے وہی دلائے

دینی اور علمی زندگی کی خشتِ اول :

چاروں طرف سے مصائب ومشکلات' دل زخم زخم' تمام راستے کانٹے ہی کانٹے مگر بایں ہمہ مجھ گنہ گار کی تعلیم' اخلاق اور تربیت کی فکر اور اس سلسلہ میں بالغ نظری اور بیدار مغزی کے ساتھ حکمت وتدبیر سے موزون اقدامات کی ممکنہ پیش رفت۔ سنا ہے فطرت مصائب کی بھٹی میں سنورتی ہے۔ اماں جی مرحومہ عزیز و اقارب' بھائیوں' بہنوں' رشتہ داروں اور اہلِ قرابت واہلِ زمانہ سے شکایت کو فضول سمجھتی تھی ..... ؎

اوروں کی عیب جوئی اپنا ہُنر نہیں ہے
اپنی ہی عیب جوئی یہ ہے ہُنر ہمارا

فرمایا کرتیں :

''مصیبتوں کا شکوہ' ایمان واسلام میں پختگی' جوانمردی اور بہادری کی دلیل نہیں' زمانہ کی شکایت' اللہ کی شکایت ہے''۔ ان کی زندگی آفات کو دعوت کی زندگی تھی اور وہ ہر لمحہ چشم عاشق کے مانند اس کے انتظار میں رہتی تھیں' چہرے پر تروتازگی' اطمینان وسکون کی بہاریں کھلی رہتی تھیں'' ..... ؎

Marfat.com

چاروں. طرف کانٹوں میں ہے گھرا ہوا یہ پھول
پھر بھی کھلا ہی پڑتا ہے کیا خوش نصیب ہے

تبلیغی جماعت یا خضرِ راہ :

سکول کی تعطیلات کے ایام تھے' شدت کی گرمی تھی۔ اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے نماز مغرب کے لئے محلے کی مسجد میں بھیجا اور پھر پیچھے چھوٹی ہمشیرہ بھی لگادی کہ واقعۃً بھی میں مسجد میں نماز پڑھنے جارہا ہوں یا کوچہ گردی کی نماز پڑھ کر واپس ہوتا ہوں۔ میں نے مسجد میں نماز پڑھ لی۔ ایک صاحب نے اعلان کیا کہ بقیہ نماز کے بعد دین کی بات ہوگی سب بیٹھ جاؤ' میں بھی بیٹھ گیا' سنت پڑھنے کے بعد دیکھا کہ ایک داڑھی منڈا' پتلون پہنے' ٹائی لگائے لوگوں کو قریب قریب آنے کی دعوت دے رہا ہے اور اسی لمحہ وہی صاحب خطبہ پڑھ کر تقریر کرنے لگے۔ مجھے ان کی ہیئت' صورت' حالت اور پھر دینِ اسلام کا بیان سن کر حیرت واستعجاب ہوا۔ فوراً مسجد سے باہر نکلا اور اپنے ہم عمر ساتھیوں کے سامنے اعلان کردیا کہ مسجد میں عجیب تماشا اور عجیب منظر ہے' مولویوں نے داڑھیاں منڈا ڈالی ہیں' قمیض شلوار اتار کر پتلونیں پہن لی ہیں' ٹائی لگا کر دینِ اسلام کا وعظ کرنے لگے ہیں۔

میرے تمام ساتھی بھاگ کر میرے گرد جمع ہوئے' اب ہم لوگ ایک جتھہ بنا کر مسجد آئے اور تماشا دیکھنے لگے۔ بیان ختم ہوا تو ان لوگوں کی تمام توجہ ہم پر مبذول ہوئی۔ یہ تبلیغی جماعت کے لوگ تھے اور غالباً یہی وہ واحد جماعت تھی جو ہمارے شہر میں پہلی مرتبہ آئی تھی' لوگوں نے باتیں سنیں مگر سب کو شک وارتیاب رہا۔ محلّہ کے مردوں اور خواتین میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ امریکی ایجنٹوں کی جماعت آئی ہے۔ جماعت والوں نے اس بھرے جتھے میں مجھے تاڑ لیا اور سمجھ گئے کہ سب کا سرغنہ یہی لڑکا ہے' ایک صاحب آگے بڑھے' مجھ

Marfat.com

سے محبت اور شفقت' نرمی اور ملاطفت کے ساتھ گفتگو کی اور ہدیۂ میٹھی گولیاں بھی دیں' روٹی پر بھی ساتھ بٹھایا۔ گھر پہنچا تو اماں جی مرحومہ ومغفورہ کو سارا قصہ سنایا :

''اماں جی نے کہا بیٹے !لوگ تو کہتے ہیں کہ امریکی ایجنٹ آئے ہیں' وہابی لوگ آئے ہیں اور تم کہتے ہو کہ دین کی بات کرتے ہیں۔ میں نے تفصیلات بتائیں تو فرمایا۔ بیٹے !ایسے لوگ تو صدیوں میں ملتے ہیں' جاؤ! ان کی خدمت کرو' ان کے ساتھ رہو' ان کی دعائیں حاصل کرو' ان کی باتیں یاد کرو' پھر گھر میں آ کر اپنی بہنوں کو بھی بتاؤ اور مجھے بھی سناؤ کہ یہی اصل دین ہے''۔

اہل محلّہ کے لئے یہ پہلی تبلیغی جماعت ایک نادر کام اور نامانوس طریقہ تھا۔ ڈر' خوف اور ہراس طاری تھا' لوگ اپنے بچوں کو بچا بچا کر رکھتے تھے اور چھپا چھپا کر سنبھالتے تھے' وہابی لوگ اور امریکی لوگ آئے ہوئے ہیں' بچوں کو پکڑ کر لے جاتے اور گمراہ بنا دیتے ہیں مگر اماں جی مرحومہ ومغفورہ تاکید پر تاکید کر رہی ہیں:

'' بیٹے !ان لوگوں کی خدمت کرو' ان سے دین' اخلاص اور انسانی اقدار حاصل کرو''۔

یہ ان کی فکری پختگی' تعلیم وتربیت کے لئے بے چینی اور اپنی اولاد کی اصلاح میں مخلصانہ جذبہ اور جان نثارانہ ولولہ تھا۔ میں گنہ گار اماں جی کے اصرار پر جماعت کے ساتھ لگ گیا' جب تک وہ گاؤں میں رہے میں ساتھ رہا۔ ان کی خدمت کرتا' بستر ے اٹھاتا' برتن سنبھالتا' ان کی باتیں سنتا' دعائیں سیکھتا' نماز سناتا اور ہدایات پر عمل پیرا ہوتا رہا۔ جتنے روز رہے میں ساتھ رہا۔ الحمد للہ چند روز میں فکر' ذہن اور دل ودماغ کی کایا پلٹ گئی' میں زندگی کے اس موڑ پر انہیں خضرِ راہ سمجھتا ہوں۔ اپنے خدا کو پہچان لیا اور یہیں سے اپنی دینی اور علمی زندگی کی خشتِ اول رکھ دی گئی پسِ منظر میں ماں کی ممتا محرک ہے ..... ؎

Marfat.com

اس ظلم کی دنیا میں فقط پیار میری ماں
ہے میرے لئے سایۂ دیوار میری ماں
نفرت کے جزیروں سے محبت کی حدوں تک
بس پیار ہے ہاں پیار ہے بس پیار میری ماں

ایک قیامت خیز واقعہ :

بتانا یہ تھا کہ میرے تحصیلِ علومِ دینیہ کی مختلف ترغیبات اور محرکات کے پس منظر میں اماں جی مرحومہ ومغفورہ کی دعائیں' سلامتِ فکر اور حُسنِ تدبیر بھی سو فیصد شریک حال رہیں۔ مرحومہ کا صبر' حوصلہ' تحمل' بردباری اور تفویض وتوکل کسی بھی لمحے' کسی بھی خوشی' کسی بھی غم اور کسی بھی مخالف اور ناموافق اور ہر لحاظ سے ہیجان خیز اور اضطراب انگیز حالات میں بھی مرحومہ ومغفورہ سے جدا نہیں ہوا۔

میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد اور نجم المدارس کلاچی میں داخلہ لینے سے پہلے محلے کی ایک مسجد میں قرآن مجید پڑھا کرتا تھا۔ قرآن کے شوق' تحصیلِ علم اور شوقِ قرأت نے ایسا کھینچا کہ مسجد کا ہو کر رہ گیا۔ گھر کے کام' اندرون خانہ خدمت' بیرون خانہ کے تمام امور اور خدمات چھوٹ کر رہ گئے مگر اماں جی مرحومہ ومغفورہ کے چہرے پر کبھی بل تک نہیں آیا' وہ خوش تھیں اور اس بات پر خوش تھیں کہ میرا بیٹا قرآن پڑھ رہا ہے۔ میں قرآن میں لگ گیا' شیطان میرے پیچھے لگ گیا' دشمنی وعداوت اور خانگی آویزشوں اور اندیشہ ہائے موت وحیات کے جن مرحلوں سے میں گذر رہا تھا اس کی ایک جھلک قارئین دیکھ آئے ہیں۔

ایسے حالات میں ایک روز دوپہر کو قرآن کے سبق سے چھٹی ملی' میں مسجد کے

Marfat.com

قریب کی ایک گلی سے گذر رہا تھا کہ ناگاہ اسی گلی میں واقع ایک گھر کا دروازہ کھلا تو ایک مضبوط اور طاقتور نوجوان میری کمر میں لگ کر مجھے اُٹھا چکا تھا۔ جب میں نے اپنے آپ کو سنبھالا تو میں ایک بند کمرے میں پڑا تھا۔ میرے پیچھے دروازہ بند کر دیا گیا' اس کمرے میں کھڑکی یا روشندان تو تھا نہیں دروازہ بھی اس قدر مضبوط کہ اندر روشنی کی کوئی کرن نہیں آتی تھی' گھپ اندھیرا تھا' میں خوف زدہ تھا' خوف سے حلق خشک ہو گیا تھا کہ یا اللہ! یہ کیا ہو گیا ہے۔ جب قدرے ہوش ٹھکانے لگے تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ اس شخص کے ارادے خطرناک ہیں' مجھے محصور کر کے خود کچھ کرنے چلا گیا ہے اور یہ کسی بھی وقت دشمنوں کا آلہ کار بن کر کوئی بھی انتہائی اقدام کر گذرے گا۔

کمرے میں ہاتھ پاؤں مارنا شروع کئے' تلاش شروع کر دی کوئی کلہاڑا ملے دروازہ توڑ دوں' چھری ملے نیچے سے زمین کرید کر دروازہ نکالدوں۔ جب کچھ بھی نہ ملا تو ایک چھوٹی سی لکڑی سے دروازے کے نیچے والی زمین کریدنا شروع کی' لکڑی اور ہاتھ چلتے رہے' پھر فکری طور پر مجھے چند لمحے بعد موت نظر آ رہی تھی' خدا جانے لکڑی اور ہاتھوں نے کیسے کام کیا۔ اتنا کام کیا اتنا کام کیا کہ بالآخر دروازے کو اکھیڑ ڈالا اور پھر زور لگا لگا کر نیچے کی طرف سے اتنا کھینچا کہ مجھے رینگ کر نکلنے کا راستہ مل گیا۔ کمرے سے باہر نکلا تو باہر کا دروازہ بند' چاروں طرف دیوقامت دیواریں' اب کیا بنے گا۔ چیخنا شروع کیا' باہر کسی بچے نے میری آواز سنی تو دوڑ کر میرے گھر اطلاع دیدی کہ عبدالقیوم فلاں گھر میں محصور ہے اس کے رونے اور چیخنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔

اس خبر سے اماں جی مرحومہ ومغفورہ کے دل پر کیا گذری ہو گی' کیسی بجلیاں گری ہوں گی' کیا قیامت واقع ہوئی ہو گی۔ دیکھا چند لمحوں میں میری چھوٹی چھوٹی معصوم بہنیں پہنچ گئیں اور رونے میں گندھی ہوئی آوازوں کے ساتھ ''او، لالا' او، لالا'' (یہ پشتو الفاظ ہیں

Marfat.com

یعنی ارے بھائی' ارے بھائی) کہہ کر مجھے پکارنے لگیں باہر وہ روئیں اور مجھے پکاریں' اندر سے میں روؤں اور انہیں پکاروں۔ دیوقامت دیواروں پر چڑھ چڑھ کر گرتا رہا' ہاتھ پاؤں زخمی ہو چکے تھے' چلچلاتی دھوپ جلا رہی تھی۔ تاہم اتنی تسلی ضرور ہوگئی تھی کہ باہر سے اپنی چھوٹی بہنیں پہنچ چکی ہیں۔ ان کا رونا خدا کو پسند آیا' تھک ہار کر جب میں کسی بھی صورت میں نکلنے میں ناکام ہوگیا تو میرے دل میں اللہ نے تجویز ڈال دی' گھر کے ایک کونے میں ایک لمبے درخت کا کاٹا ہوا تنا پڑا تھا' اسے کب اُٹھا سکتا تھا' گھسیٹ کر دیوار کے قریب لایا اور پھر دیوار کے ساتھ کھڑے کرنے کی جدوجہد میں لگ گیا۔ میری عمر چھوٹی تھی اور وہ بہت بھاری تھا' میں چمٹ گیا مرتا کیا نہ کرتا' بالآخر دیوار کے ساتھ کھڑا کرنے میں کامیاب ہوگیا اور اسے سیڑھی بنا کر دیوار پر چڑھ دوڑا۔

ادھر سے چھلانگ لگا دی' دیوار کی بلندی اور اونچائی کے پیش نظر بظاہر اسباب کوئی بچنے کی امید نہ تھی مگر خدا کا فضل تھا کوئی چوٹ نہیں آئی۔ گھر پہنچا تو اماں جی مرحومہ ومغفورہ قرآن کی تلاوت میں مشغول تھیں۔ دیکھا تو یٰسین شریف پڑھ رہی تھیں۔ مجھے دیکھ کر بے قابو ہوگئیں مگر جب تک یٰسین مکمل نہ فرمائی میرے ساتھ بات نہیں کی' یٰسین شریف مکمل فرمائی خدا کا شکر ادا کیا' مجھے بوسہ دیا' پیار کیا اور اب ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے تھے۔ گھر میں کوئی ڈیڑھ گھنٹہ قبل اطلاع پہنچ چکی تھی جبکہ اس سے قبل تین گھنٹے تک تو میں کمرے میں بند تھا اور دروازہ اکھیڑنے میں لگا ہوا تھا۔ بعد میں جب اطمینان ہوا تو کئی روز بعد کسی گفتگو میں اماں جی نے فرمایا:

''بیٹا ! دل نے کہا ابھی دوڑ پڑوں اور جس گھر میں محصور ہیں وہیں پہنچ جاؤں' پھر سوچا میں کیا کر سکتی ہوں' بے قابو ہو جاؤں گی' آپ کو آوازیں دوں گی' منہ سے چیخیں نکلیں گی' آخر اکلوتے بیٹے ہو شاید بے ہوشی آ جائے تو

Marfat.com

بے پردگی آ جائے گی' آخر عزت وناموس بھی تو کوئی چیز ہے' میں نے صبر سے کام لیا اور حضور اقدس ﷺ کی حدیث یاد آ گئی کہ ''یٰسین پہلے پڑھو اور بعد میں حاجت رکھو' اللہ کریم حاجت پوری کر دیں گے'' میں تب سے یٰسین پڑھنے بیٹھی' قرآن نظر نہیں آتا تھا' آنکھوں میں آنسو اور اندھیرا اندھیرا تھا' آواز رندھ گئی تھی' پڑھا نہیں جاتا تھا' یاد سے پڑھنے سے بھی دماغ فیل ہو گیا تھا تو میں قرآن کے سطروں پر انگلی پھیرتی رہی' بالآخر اللہ کریم نے میرے اکلوتے بیٹے کو میری جھولی میں ڈال دیا۔ والحمد لِلّٰہ علی ذالک''۔

پھر کیا ہوا؟ وہی غلام مصطفیٰ خان تھانیدار' جو ہمارے پڑوس میں کرایہ کے گھر میں رہتا تھا' اس کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو اس نے از خود اس نوجوان کے خلاف قانونی کاروائی کی جس پر اس کے پورے خاندان میں ہلچل مچ گئی، چند روز بعد وہی ظالم معززینِ شہر کا ایک وفد بنا کر ہمارے دروازے پر آ گیا' دستک ہوئی احقر باہر آیا تو گلی معززینِ شہر سے بھری ہوئی ہے۔ میں نے اس نوجوان کو دیکھا تو رگوں میں غیرت وحمیت اور انتقام کا خون دوڑنے لگے۔ اماں جی مرحومہ ومغفورہ تک اطلاع پہنچانے سے پہلے پہلے اس کو خوب صلواتیں سنائیں' بچپنا تھا اور حماقتیں بھی تھیں' معززین کو کیا پہنچانتا' جو منہ میں آیا کہہ ڈالا۔ اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے میری آواز سنی تو اندر بلایا' صورتِ حال سے آگاہ ہوئیں' سکتے میں آ گئیں' قدرے توقف کیا' وفد کے رئیس ایک بزرگ نے ڈیوڑھی میں پردے کے پیچھے تمام صورتِ حال کا ذکر کر کے معافی کی درخواست کی۔ اماں جی مرحومہ ومغفورہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا :

''بیٹے! ہم نے بھی تو خدا کے حضور حاضر ہونا ہے' ہماری حیثیت ہی کیا ہے کہ لوگ ہم سے معافی مانگتے ہیں' اس نے جو کیا سو کیا' جس نیت سے کیا وہ اللہ

Marfat.com

ہی جانتا ہے' جب آخرت میں خدا کے حضور اپنی پیشی کا تصور کرتی ہوں تو یہ معاملہ بڑا سہل ہو جاتا ہے۔ بیٹا! اب ہم اس کو معاف کر دیں گے تو کل اللہ ہمیں معاف کر دے گا۔ مجھے راضی کر لیا اور اس کی معافی کا اعلان کر دیا۔ وفد بھی خوش اور اماں جی بھی خوش''۔

جب دینی طالب علمی کا باقاعدہ آغاز ہوا :

نجم المدارس کلاچی میں تحصیل علم دین کے لئے داخل ہوا اور صرف ونحو کی گردانیں شروع ہوئیں۔ مسافری' کپڑے دھونے' چائے پکانے' برتن مانجھنے' کلاچی کا کھارا پانی پینے' لکڑیاں جمع کرنے (ابھی اسٹوپ اور فان گیس کا دور نہیں تھا اور اگر کہیں کہیں اسٹوپ دستیاب بھی تھے تو جیب میں اس کے خریدنے کی گنجائش نہیں تھی) کی محنت ومشقت اور ریاضت کے مرحلوں میں جب قدم رکھا تو مزاج نے بغاوت کر دی۔ آخر ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا' گھر میں سب میری ناز برداریاں برداشت کرتے تھے' والدِ مرحوم کو مجھے جھڑک دینا بھی گوارا نہ تھا۔ اماں جی مرحومہ بھی میرا ہر ستم' میری ہر جفا' میری ہر نا گوار ادا کو اکلوتا اور محبوب بیٹا ہونے کے پیش نظر گوارا کر لیتی تھیں۔ کلاچی پہنچا' تحصیلِ علم کے لئے سفر کا آغاز ہوا۔ ماں کا دامن کہاں؟ بہنوں کی محبت اور پیار کی بہار کہاں؟ سارے کام خود کرنے پڑتے تھے۔ میری تو پہلے ہفتہ میں طبیعت اکھڑ گئی اور بھاگنے کا فیصلہ کر لیا' حیلہ بہانہ کر کے چھٹی لی اور گھر پہنچ گیا۔

نصیحت کا حکیمانہ انداز :

اماں جی مرحومہ ومغفورہ تمام تر صورتِ حال اور پسِ منظر کو سمجھ گئیں' بڑے پیار سے' بڑی محبت سے' بے پناہ شفقت سے میٹھی اور شیریں زبان سے' نرم گفتگو سے سمجھایا' بار

Marfat.com

بار سمجھایا۔فرمایا :

''بیٹے !تم نہیں پڑھو گے تو کیا کرو گے' آخر اپنے ہم عمر اور سکول کے کلاس فیلو ساتھیوں کے کردار اور انجام پر نظر کیوں نہیں رکھتے' اپنے دسویں جماعت کے ساتھیوں کو دیکھو، کوئی بھنگ میں لگ گیا ہے' کوئی چرس میں لگ گیا ہے' کوئی جوئے میں لگ گیا ہے تمہیں اللہ نے دینی تعلیم میں لگا دیا' سب لوگ مجھے کہتے ہیں کہ بیٹا ہے تو تمہارا ہے۔اگر تم نے بھی تحصیلِ علمِ دین کی محنت چھوڑ دی تو پھر تم بھی اسی ڈگر پر چل پڑو گے جس پر دوسرے چل رہے ہیں' تم جانتے ہو کہ بظاہر اسباب ہمارا کوئی نہیں' کوئی مرد گھر میں نہیں' کوئی اتنا بچہ بھی گھر میں نہیں ہے جو پڑوس سے دودھ لا سکے پھر اس سب کچھ کے باوجود ہم تو ہر مصیبت برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں مگر تم تحصیلِ علم کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے۔

بیٹے !پڑھو' پڑھو' اخراجات کی فکر نہ کرو' اپنی جائیداد بیچ دوں گی' زیورات فروخت کر دوں گی' ہم سب بھوکے رہیں گے مگر بیٹا !تمہارا خرچ پورا کرتے رہیں گے۔فرمایا! چار جوڑے کپڑوں کے بنا دیتی ہوں' میلے ہوتے رہیں' جمع کرتے رہو جب دو ہفتے بعد آؤ گے تو گھر میں دھو دیا کریں گے۔کپڑے دھونے کی زحمتیں نہ اٹھاؤ''۔

ایک نوجوان ساتھی کا طنز کام کر گیا :

اماں جی مرحومہ کے مشفقانہ نصائح' مخلصانہ جذبات اور محبانہ عنایات کا توشۂ بے بہا لے کر میں پھر سے چار و ناچار نجم المدارس کلاچی کے لئے چل پڑا۔اب کے بار اماں

Marfat.com

جی مرحومہ ومغفورہ نے ڈھیروں دعاؤں سے نوازا تھا اور کلاچی میں میرے جی لگنے اور تعلیم میں اُستقامت کی دعائیں بھی کیں تھیں' یہ قبولیت کی گھڑیاں ہوں گی۔اب کے بار نصائح میں یہ بھی فرمایا تھا :

''بیٹے !تمہیں یاد ہوگا جب تم تحصیلِ علم دین کے لئے کلاچی جارہے تھے اور تمہارے فلاں پڑوسی نے جب تم سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے تم نے بتایا علم دین کے حصول کا۔۔تو اس نے تم کو کیا کہا تھا' یاد ہے؟اس نے کہا تھا'' مجھے یقین ہے تم علم پڑھنے والے نہیں ہو' چند روز میں بھاگ آؤ گے اور اگر تم نے علم مکمل کرلیا تو میں اپنی داڑھی مونڈ کر گدھے کے پیشاب سے دھوؤں گا'' بیٹا!تم نے اس کا عملی جواب دینا ہے' بہادر بننا ہے' ایک بازاری آدمی نے تمہیں چیلنج کیا ہے چیلنج''۔

نجم المدارس پہنچا۔مرجھایا ہوتا تھا' طبیعت اکھڑی ہوتی تھی' ہر شام سوتے وقت فیصلہ کرلیتا کہ جب طلبہ صبح کی نماز کے لئے مسجد چلے جائیں گے میں اپنا بستر سنبھال کر اڈہ پر چلا جاؤں گا مگر جب بستر ہ اٹھاتا تو اماں جی مرحومہ کی نصائح یاد آجاتیں' پاؤں بوجھل ہوجاتے اور اس بازاری آدمی کا چیلنج میرا دامن پکڑ لیتا اور میں اپنے مذموم ارادوں سے باز رہ جاتا۔

مولانا محبّ الرحمٰن شہید کی شفقتیں :

میری طبیعت کی اداسی' ہمہ وقت بے چینی اور بیقراری میری ہر حرکت سے ہویدا تھی کہ نجم المدارس کے ایک قدیم طالب علم مولانا محبّ الرحمٰن شہید نے تمام صورتِ حال بھانپ لی اور مجھ پر مہربان ہوگئے۔اپنے دامنِ شفقت میں لیا' اسباق کا تکرار' اکابر کے

Marfat.com

واقعات' اساتذہ کی محبت وخدمت اور دینی جذبات کی انگیخت کے لئے ہر ممکن ذرائع اور وسائل اختیار کئے' اپنا ایک بھائی (جو میرا ہم عمر تھا' حافظ مطیع اللہ جوان دنوں کوئٹہ میں مدرس ہے' جامعہ حقانیہ کا فاضل ہے) کو میری خدمت اور میرے بہلانے کے لئے وقف کر دیا۔ حافظ مطیع اللہ بھی عجیب مرنج مرنجا طبیعت کے طالب علم تھے' کبھی قرأت سناتے' کبھی نعتیں' کبھی غزلیں' کبھی اشعار اور کبھی حکایات اور لطائف۔ کھانا لانا' برتن دھونا' چائے پکانا' پلانا' کمرے کی صفائی' الغرض کوئی بھی کام ہوتا لپک کر خود سنبھال لیتے اور اس طرح مسلسل ابتدائی دو سال تک میری خدمت کرتے رہے۔ مولانا محبّ الرحمٰن شہید کی ہدایات اور سرپرستی تھی' دو سال بعد کہیں جا کر میری طبیعت نے طالب علمانہ مزاج قبول کیا۔

دراصل بتانا یہ تھا کہ اماں جی مرحومہ کے دھڑکتے ہوئے دل کی دعائیں اللہ نے قبول فرمالیں' مجھے اچھے ساتھی دے دیئے' میرے استقرار کے اسباب پیدا فرمائے۔

''اماں جی مرحومہ کے سامنے جب مولانا محبّ الرحمٰن شہید کی شفقتیں اور خدمات کا ذکر کرتا تو وہ ان کے لئے ہمیشہ دعا گو رہتیں۔ اماں جی مرحومہ تاکید فرمایا کرتیں بیٹے! مولوی محبّ الرحمٰن نے تمہیں سنبھالا دیا تھا' اس نے تمہاری بہت خدمت کی تھی' ان کے خاندان کے ساتھ جوڑ رکھنا۔ مرحومہ ان کے لئے اور ان کے خاندان کیلئے ہمیشہ دعا گو رہتیں اور جب ان کی شہادت کی خبر سنی تو بے قرار رہیں اور ہمیشہ ان کے لئے دعا کرتی رہتیں''۔

صرف چار کتابیں ملیں اور سماع بھی روک دیا :

نجم المدارس کلاچی میں اسباق شروع ہوئے' مجھے درجہ اولیٰ میں داخلہ ملا (اس زمانے میں یہ درجے نہیں ہوا کرتے تھے' اساتذہ چار کتب سے زیادہ طالب علم کو

Marfat.com

پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے" خوب یاد ہے جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں چار کتابیں تو باضابطہ جامعہ کی طرف سے دی گئیں اور ایک کتاب کا میں نے "سماع" شروع کیا اور عجیب یہ کہ اب تو دینی مدارس کے طالبان "سماع" کی اصطلاح سے بھی ناواقف ہیں۔ سماع سے مراد یہ ہوا کرتی تھی کہ جو کتابیں باضابطہ مدرسہ سے دی جاتیں ان میں باقاعدہ امتحان بھی دینا پڑتا تھا اور جو کتابیں سماعاً لی جاتیں تو ان کے اسباق میں شریک رہ کر سن لی جاتیں مگر طالب علم کے لئے ان کا امتحان دینا ضروری نہیں ہوتا تھا اور نہ فراغت کے وقت سند میں اس کتاب کا اندراج ہوتا۔

سیّدی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ کو جب میری اس حرکت کا علم ہوا تو اپنے ہاں بلایا اور فرمایا۔ بیٹے! چار کتابیں کافی ہیں' آخر مطالعہ بھی کرنا ہوگا' کلاس کی حاضری بھی ہے اور پھر تکرار بھی، پانچویں کتاب لوگے تو صلاحیتوں میں وہ نکھار پیدا نہیں ہوگا جو چار سے پیدا ہونے کے امکانات ہیں۔ میں نے حضرتؒ کے حکم پر پانچویں کتاب کا سماع بھی ترک کر دیا۔

استادمکرم مولانا عزیزالرحمٰن صاحبؒ :

بہر حال مجھے نجم لمدارس کلاچی میں سالِ اوّل میں پڑھنے کے لئے نحومیر' صرف میر' قدوری اور گلستان دی گئیں۔ حضرت مولانا عزیزالرحمٰن صاحبؒ نجم المدارس کلاچی میں استاد بھی تھے اور ناظم دفتر بھی۔ کوئی چالیس' پینتالیس روپے کی تنخواہ تھی۔ بہت عمدہ اور اچھا پڑھاتے تھے۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا تذکرہ بہت محبت سے کرتے' وارفتگی اور جنون کی حد تک چلے جاتے۔ ماہنامہ الحق بھی ان ہی کے نام آیا کرتا تھا..... الحق کے نام' کام اور مضامین سے سب سے پہلے ان ہی کے ہاں واقفیت

Marfat.com

حاصل ہوئی۔ اس زمانے میں ماہنامہ ''الحق'' کا کوئی آٹھ روپے سالانہ چندہ ہوا کرتا تھا۔ موصوف اولاً پرچہ خود دیکھ لیتے پھر مجھے پکڑوا دیتے اور مطالعہ کی تاکید فرماتے۔ اس کے بعد بعض خاص خاص مضامین کی نشاندہی کر کے ان پر تبصرہ کرتے اور مطالعہ کے بعد مجھ سے تبصرہ مطلوب ہوتا۔ بعد میں پرچہ ان کے نام آتا مگر سالانہ چندہ میں دے دیا کرتا تھا۔ اس طرح ماہنامہ الحق پر مجھے صرف مطالعاتی نہیں بلکہ مالکانہ حقوق حاصل ہو جاتے۔

کتاب پر اعراب نہیں تو کیسے پڑھوں :

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب قدوری کا سبق پڑھاتے تھے۔ ایک ہفتہ سبق پڑھایا' احقر ابتدائی طالب علم تھا عبارت کب پڑھ سکتا تھا' کتاب کا متن عربی، نہ زبر، نہ زیر، نہ پیش، استاذ سے کہہ دیا میں نے یہ کتاب نہیں پڑھنی اعراب ہیں نہیں تو غلط پڑھنے والا گنہ گار ہوگا۔ ہفتہ بعد گھر گیا' اماں جی مرحومہ سے قدوری کا ذکر کیا اور صاف کہہ دیا کہ میں قدوری نہیں پڑھوں گا۔ مرحومہ کو کتاب دکھائی کہ اس میں اعراب نہیں ہیں' پڑھنے والا گنہ گار ہوگا۔ مرحومہ بڑی زیرک' سمجھدار اور ذہین خاتون تھیں' کتاب ہاتھ میں لی اور فرمایا :

''بیٹے! ابھی تو ابتداء ہے' تعلیم کا آغاز ہے' ایک روز میں تم کیسے کتاب کے اعراب سیکھ لو گے' غلط پڑھو گے تب بھی ثواب ملے گا' درست پڑھو گے ،تب بھی ثواب ملے گا۔ اپنے اساتذہ سے مشورہ کر لو' اس بہانے سبق چھوڑنے کی اجازت نہیں دوں گی''۔

اماں جی مرحومہ نے ملاطفت نرمی' محبت اور شفقت سے میرا عذرِ لنگ ٹال دیا جو وسوسہ تھا نکال دیا' جو واہمہ تھا ازالہ فرمایا۔ ہفتے کے روز ڈھیروں دعاؤں سے نوازا اور پھر کلاچی کے لئے رخصت کر دیا ڈیوڑھی تک ساتھ آئیں' جب تک گھر کے سامنے کی کشادہ گلی

Marfat.com

کے نکر تک میں نظر آتا تھا مرحومہ کی مجھ پر نظر تھی۔ کمال شفقت ومحبت اور دانائی وفرزانگی سے مرحومہ نے مجھ نالائق کی شیطنت اور تحصیلِ علم سے پسپائی کی راہ روک لی اور مزید آگے بڑھنے کے مواقع عنایت فرمائے' واجرھا علی اللّٰہ۔

اقبال کی نظم :

آج صبح کاغذ قلم ہاتھ میں لیا اور لکھنے بیٹھا ہی تھا کہ برادرم مولانا جمیل احمد بالاکوٹی (مہتم جامعہ حنفیہ تعلیم القرآن سرائے عالمگیر) کی وقیع تصنیف ''ماں کی عظمت'' موصول ہوئی۔ سرسری نظر دیکھنے کی نیت سے الٹنے پلٹنے لگا مگر کتاب کب چھوڑنے والی تھی۔ ہر صفحہ' ہر عنوان' ہر مضمون اتنا دلچسپ، اثر آفرین کہ پڑھے بغیر نہ رہا گیا۔ (الحمدللّٰہ! کہ اب یہ کتاب مولانا موصوف نے القاسم اکیڈمی کو دیدی ہے، جسے اکیڈمی نے عمدہ زیورِ طباعت سے آراستہ کر کے چھاپ دیا ہے) صفحہ ۹۷ پر اقبال کی یہ نظم پڑھی تو وجد آفرین کیفیات سے مخمور ہوا۔ یوں تو بارہا پڑھی تھی مگر آج جب والدہ نہ رہی' اس کی گود' محبت' شفقت اور دعائیں اور سایۂ رحمت نہ رہا' اس نظم کی واقعیت دل کی دھڑکن بن گئی۔ لاہوری قلندر ماں سے مخاطب ہیں .....

تربیت سے تیری میں انجم کے ہم قسمت ہوا
گھر میرے اجداد کا سرمایہ عزت ہوا
دفتر ہستی میں تھی زرّیں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات
عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
میں تیری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بسی

Marfat.com

تخم جس کا تو ہماری کشت جاں میں بو گئی
شرکت غم سے وہ الفت اور محکم ہوگئی

دوستو! اماں جی مرحومہ ومغفورہ کب بھلائی جاسکتی ہیں۔ان کی شفقتیں ستاتی ہیں، ۔اس کی دعائیں قدم قدم پر سہارا تھیں۔ جب سے ان کا سایۂ رحمت رخصت ہوا تب سے سنبھل سنبھل کر قدم رکھنے کے باوجود جو قدم قدم پر مشکلات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، تب پتہ چلتا ہے کہ اماں جی مرحومہ ومغفورہ کی مستجاب دعاؤں والا سہارا کھسک گیا ہے۔ ہم گنہ گار اب اماں جی کو کب واپس لا سکتے ہیں۔ مکان ہے مگر مکین نہیں ہے۔ مدرسہ ہے جامعہ ابو ہریرہ ہے مگر اس کا سرچشمۂ دعا بند ہو چکا ہے۔ آج عملاً والدہ کی زیارت ودعا اور ملاقات سے محروم ہو چکے ہیں مگر تخیل کی دنیا میں اب بھی ساتھ رہتی ہیں۔

ایک مقدس لفظ ''ماں'' کی تشکیل :

ماں کے وجود سے جتنا بھی پیار کرو کم ہے۔ ماں کی محبت چٹان سے زیادہ مضبوط اور پھول سے زیادہ خوبصورت ہے۔ جس نے ماں کے وجود کو دنیا میں اہمیت نہ دی وہ کبھی دنیا میں عزت نہیں پا سکتا۔ جس کی ماں نہیں، وہ بدنصیب شخص ہے اور جس نے ماں کے ہوتے ہوئے اس کے وجود کا احساس نہ کیا تو وہ دوزخی ہے۔ گلاب جیسی خوشبو چودھویں جیسی چاندنی، فرشتوں جیسی معصومیت، سچائی کا پیکر لازوال محبت یہ تمام یک جان ہو جائیں تو ایک مقدس لفظ بن جاتا ہے ''ماں''۔

مشاہیر کے اقوال :

مولانا جمیل احمد بالاکوٹی نے صفحہ ۸۹ پر مشاہیر کے اقوال نقل کئے ہیں، ہر قول ایسا کہ آب زر سے لکھنے کے قابل۔

Marfat.com

☆ سخت سے سخت دل کو ماں کی پرنم آنکھوں سے موم کیا جاسکتا ہے (علامہ اقبال)

☆ اگر مجھے میری ماں سے جدا کر دیا جائے تو میں پاگل ہو جاؤں گا (حکیم لقمان)

☆ ماں کے بغیر گھر قبرستان کی طرح لگتا ہے (اورنگ زیب عالمگیر)

☆ ماں اور پھول میں مجھے کوئی فرق نظر نہیں آتا (الطاف حسین حالی)

☆ ماں وہ صدف ہے جس کے سینے میں حقیقی محبت کا چمکدار موتی چھپا ہوا ہے۔ بڑا بدنصیب ہے وہ شخص بوڑھے والدین کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر سکا۔ ماں سے ہمدردی کی توقع رکھنے کے بجائے ماں کا ہمدرد ہونا چاہیئے۔ (ارسطو)

☆ بچے کے لئے سب سے اچھی جگہ ماں کا دل ہے خواہ بچے کی عمر کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ (شکسپئر)

☆ ماں خدا کا جلوہ اور خدا کی خوشی ہے۔ اس کو خوش رکھنا ضروری ہے۔

(اناطول فرانس)

☆ سب سے خوبصورت اور میٹھا پیار ماں کا ہوتا ہے (چارلیس ڈکنز)

☆ ماں کی دعا مایوسیوں میں روشنی کا مینارہ ہوتی ہے (مظہر)

مولانا بالا کوٹی لکھتے ہیں :

ماں کا دوسرا نام محبت ہے۔ وہ محبت جو اپنے بچوں پر نچھاور کرتی ہے۔ ماں پھول کی طرح پیاری ہوتی ہے۔ ماں کا پیار دنیا کی سب سے بڑی دولت ہے۔ ماں اللہ کا بہترین تحفہ ہے۔ ماں اپنی اولاد کا سارا دکھ سینے میں اتار لیتی ہے اور انہیں خوشیاں دیتی ہے۔ ماں کا ہر روپ خوب' دل کش اور حسین ہوتا ہے۔ ماں کے چہرے پر ہر وقت محبت رہتی ہے۔ ماں کسی سے نفرت نہیں کرتی۔ ماں کی محبت سمندر کی طرح وسیع ہوتی ہے۔ ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔ ماں عظیم ہے۔ ماں اپنے بچوں کو اخلاق سکھاتی ہے اور باپ انہیں

Marfat.com

تعلیم دلواتا ہے۔ماں سے محبت کرنا اللہ سے محبت کرنا ہے۔ماں کے پیار میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ بھٹکے ہوئے انسان کو سیدھے راستے پر لاسکتی ہے۔جس طرح باغ میں گلاب کا پھول نہ ہوتو باغ خوبصورت نہیں لگتا اسی طرح جس گھر میں ماں نہ ہووہ گھر گھر نہیں لگتا۔

ماں کی خدمت کی برکت سے قلب انوارالٰہی سے معمور ہوگیا :

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ماں کی خدمت سے بڑھ کر کسی شے سے فیض نہیں پایا۔ایک رات والدہ صاحبہ نے مجھ سے پانی مانگا' میں نے کوزے میں دیکھا وہ خالی تھا' پھر گھڑا دیکھا تو اس میں پانی نہ پایا' پھر دوڑتا ہوا ندی سے پانی لایا۔اسی اثناء میں والدہ صاحبہ سوگئیں تھیں۔میں پانی کا کوزہ ہاتھ میں لیے ساری رات کھڑا رہا کہ وہ بیدار ہوں اور میں پانی پیش کروں۔سخت سردی کا موسم تھا' میرا ہاتھ ٹھٹھر گیا لیکن والدہ صاحبہ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔جب بیدار ہوئیں مجھے اس حالت میں دیکھ کر بے حد خوش ہوئیں اور پانی پی کر بے شمار دعائیں دیں۔اس دن سے میں نے دیکھا کہ میرا قلب انوارِ الٰہی سے معمور ہوگیا۔

نجم المدارس کلاچی میں سال اوّل :

گذشتہ معروضات میں بات میری کلاچی کے مدرسہ عربی نجم المدارس میں داخلے اور ابتدائی تعلیم کے بالکل ابتدائی مرحلے کی بات چل رہی تھی۔آپ اسے آغازِ کار بھی کہہ سکتے ہیں، پہلا امتحانی مرحلہ بھی اور گھر سے کوئی اسی (۸۰) میل دور طویل مسافرت کا پہلا آزمائشی دور بھی، میری طبعی افتاد' میرا اکھڑپن' بے دلی' بے رغبتی' اور طویل مسافرت سے طبیعت کی عدم مناسبت کا اماں جی مرحومہ ومغفورہ کو پہلے سے اندازہ تھا، لہٰذا وہ اپنے دوروزہ ختم القرآن کے ہمیشہ کے معمول میں میری استقامت' تحصیلِ علم کی تکمیل اور مسافرت میں دل لگ جانے کی دعا کا روحانی اور کامیاب نسخہ تو استعمال کرتی ہی رہتی تھیں، مگر عملاً مادی

Marfat.com

اور عادی طریقوں کے اپنانے میں بھی اس نے اپنے وسائل کی حد تک کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

اماں جی مرحومہ کے خطوط :

ہر تین روز کے بعد اپنے مبارک ہاتھوں سے خط تحریر فرماتیں۔فاؤنٹن قلم کہاں' بال پن بھی دستیاب نہیں تھا۔کچی پنسل جس کی نب بھی وہ خود بناتیں،استعمال میں لاتیں،کاغذ کے لئے میرے سکول کے ایام کی کاپیاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان میں کہیں سفید صفحہ مل جاتا تو پھاڑ لیتیں' لفافہ بھی اپنے ہاتھ سے بناتیں گوند کب میسر تھی' گوند کی جگہ گندھا ہوا آٹا استعمال فرماتیں۔بہر حال دردِ دل سے جو دل میں آتا تفصیل سے لکھتیں۔علم کی فضیلت' میری مسافرت میں طوالت پر تشجیع وتبریک اور اظہارِ مسرت' اسباق پر ہمہ تن توجہ کی تلقین ہوتی۔وہ کتنے پیارے جملے ہوتے تھے،کیسی میٹھی تحریر ہوا کرتی تھی،اس وقت بھی یہ ذہن تھا کہ یہ خطوط تبرکات ہیں' آخرت میں نجات کا وسیلہ ہیں' تاریخ کا حصہ ہیں' ایک جنتی خاتون کی ہدایات ہیں' ایک مظلومہ زخم خوردہ بیوہ مگر بہادر' جرأت مند' غیور اور دیندار خاتون کی دل کی دھڑکنیں ہیں' خطوط کے لئے تھیلا بنالیا تھا' اس میں سارے خطوط محفوظ کرلیا کرتا تھا۔پھر اماں جی مرحومہ ومغفورہ کے خطوط گاہے گاہے اٹھا کر اپنی طالب علمی کے ابتدائی مرحلوں کی یادیں تازہ کرتا اور وہ حالات پڑھ پڑھ کر اب کے حالات کا جائزہ لیتا تو ''ایاز قدرِ خود بشناس'' کی کیفیات سے ایمان میں اضافہ ہوتا۔

گذشتہ سال جب میرا ذاتی کتب خانہ جامعہ ابوہریرہ منتقل ہوا تو اسی دوران میری بے احتیاطی اور کارکنوں کی بے خیالی سے وہ عظیم ذخیرہ طاق نسیان میں چلا گیا ہے اور میرا غالب خیال یہ ہے کہ میں نے اسے اس قدر محفوظ رکھا ہے کہ خود حفاظت کرنے والے سے بھی محفوظ ہوگیا ہے،خدا کرے کہ وہ عظیم ذخیرہ مل جائے تو قارئین کو بھی مرحومہ کی

Marfat.com

تحریروں سے ایمانی حرارت اور دینی حمیت کی چاشنی میں شریک کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے گی۔

سفر بھی امتحان ہوتا ہے :

اپنے ابتدائی اور بالکل ابتدائی طالب علمی کے ایام میں اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے خطوط تحریر فرمائے جن کی نقل میری ذاتی ڈائری میں محفوظ ہے، فرمایا :

''بیٹے! اللہ کے راستے میں نکلے ہو اللہ کے راستے میں' ہمارا گذارا ہو جائے گا' تمہاری بہنیں ہر وقت اللہ سے دعا کرتی ہیں' قرآن پڑھتی ہیں' دعا کرتی ہیں۔ نماز پڑھتی ہیں دعا کرتی ہیں' سوتی ہیں دعا کرتی ہیں اور جب اٹھتی ہیں دعا کرتی ہیں کہ مولائے کریم! ہمارے بھائی کو کامیابی دے' کامرانی دے' بیٹے! اخراجات میں اور سفر کے خرچوں میں بہت خیال کرنا' آخر ہمارا تو اللہ ہی ہے مگر دنیا تو سہاروں سے چلتی ہے' اللہ نے تم ایک بیٹے کو تین بہنوں اور ایک بوڑھی والدہ کا سہارا بنایا ہے' تم خیال نہیں کرو گے تو کون کرے گا۔ سفر امتحان ہوتا ہے' میں دعا کرتی رہتی ہوں کہ اللہ تمہیں امتحان میں کامیاب کرے، کسی انسان پر، کسی دوست پر اعتبار نہ کرنا' کسی کے ہاتھوں کی چیز نہ کھانا، کسی کے ساتھ لمبے سفر یا جنگلوں یا چکر پر نہ جانا۔ بیٹا! میرے لئے دعا کرتے رہنا' اپنی بہنوں کے لئے دعا کرتے رہنا' بیٹا! شاباش' رحمت' صد رحمت' صد رحمت' سارے لوگ کہتے ہیں کہ تمہارا بیٹا اچھے راستے پر چلا ہے' تمہاری نیکی کی وجہ سے تمہارے والد کی اور والدہ کی الغرض سارے خاندان کی نیک نامی ہوئی ہے''۔

اور والسلام کے بعد آخر پر ایک جملہ لکھتیں اور کتنا پیارا جملہ' ہزاروں بادشاہتیں

Marfat.com

اس ایک جملہ پر قربان خطوط کے آخر پر لکھا کرتیں۔ ''والسلام تمہاری اپنی والدہ بقلم خود''۔

قرآن ہی اصل علم ہے :

خط میں اپنے مبارک ہاتھوں سے تحریر فرماتی ہیں :

''بیٹا! میں نے جو ترجمے والا قرآن تمہیں دیا ہے' پڑھا کرو' اردو ترجمہ دیکھا کرو۔ اللہ علم بھی دے گا' یقین بھی بنے گا۔ کسی استاذ سے قرآن کا ترجمہ بھی شروع کردو گے۔ قرآن کا ترجمہ نہ ہو تو علم کا کوئی فائدہ ہی نہیں' قرآن ہی تو اصل علم ہے''۔

ترجمۂ قرآن میں پہلی شرکت :

اماں جی مرحومہؒ کے خط کے بعد میں نے شیخ التفسیر' استاذ العلماء حضرت مولانا قاضی عبدالکریم مدظلہ کے درس قرآن میں باقاعدہ طور پر شرکت شروع کردی۔ موصوف ہدایۃ النحو اور اس سے اونچے درجات کے طلبہ کو ترجمہ میں شریک فرمایا کرتے تھے۔ میں مبتدی تھا' نحو میر کا طالب علم تھا، مجھے باقاعدہ اور باضابطہ تو ترجمہ کی کلاس میں شرکت کی اجازت نہ ملی مگر پھر بھی گاہے گاہے بلکہ اکثر بیٹھ جایا کرتا تھا۔

حضرت الاستاذ سے قرآنی آیات کے مطالب' تشریح وتوضیح' امثلہ' اکابر کے واقعات وحکایات خاص کر اکابرین علماء دیوبند کے تذکروں کے سننے کے ساتھ علم سے شوق' تحصیل علم میں رغبت کی انگیخت ہوتی اور پہلے سال ہی میں ترجمہ قرآن سے کم سے کم فائدہ یہ ہوا کہ خود مجھے یقین ہوگیا کہ میرا راستہ درست ہے' میرا مستقبل روشن ہے اور مساعی بارآور اور ثمرآور ہیں۔ واجرھم علی اللہ۔

Marfat.com

اماں جی مرحومہؒ نے امتحان لیا :

اماں جی مرحومہ ومغفورہ کو جب گھر جا کر بتایا کہ میں ترجمۂ قرآن کی کلاس میں باقاعدہ شریک ہوتا ہوں تو فرمایا کہ اب ہمیں بھی بتانا ہوگا اور جو کچھ پڑھا ہے اور جو کچھ سنا ہے' سنانا ہوگا' مجھے تقاریر سننے کا ویسے بھی شوق تھا۔ جب کلاچی گیا تو جمعہ کے روز سب سے پہلے میں استاذ مکرم حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہٗ کا خطبۂ جمعہ سننے کے لئے صفِ اول میں بیٹھ جایا کرتا تھا۔ خطبۂ جمعہ سے فکری تشکیل اور ذہنی تعمیر کی آبیاری ہوتی تھی' احقر نے حضرت الاستاذ حضرت قاضی صاحب موصوف کے خطباتِ جمعہ سے بہت کچھ یاد بھی کر رکھا تھا۔ اماں جی کے مطالبہ پر سنا دیا' بہت خوش ہوئیں' ڈھیروں دعائیں دیں اور پھر تاکید فرمائی کہ حضرت قاضی صاحب کے دامن کو نہ چھوڑنا اور ترجمہ قرآن پڑھتے رہنا۔

عشقِ رسول ﷺ :

انہی دنوں حضرت الاستاذ موصوف سے کہیں شاعر اسلام امین گیلانی صاحب کی نظم سنی حضرت کو بہت پسند تھی۔ میں نے بھی نوٹ کر لی (جواب تک میری ڈائری میں حضرت قاضی صاحب کی حوالے سے محفوظ ہے) اور پھر یاد کر لی' ہر وقت گنگنایا کرتا تھا' اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ کو سنائی تو فرمایا' بیٹے! اس کا معنیٰ بھی بیان کرو اور تشریح بھی۔ احقر سے جو کچھ بن پڑا سنا دیا اگرچہ اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ خوب جانتی تھیں اردو بھی اچھی تھی اور مطالعہ بھی خوب تھا مگر وہ میرے منہ سے نکلوانا اور میرا علمی حدود اربعہ جاننا چاہتی تھیں' میں نے نظم بھی سنائی اور اپنے فکر و تخیل اور ذہن کے مطابق اس کی کچھ تشریح بھی کر دی' اماں جی مرحومہؒ بہت خوش ہوئیں اور مجھ گنہ گار سے اسے مستقبل کے توقعات بندھنے لگے اور پھر جب بھی چھٹی پر گھر جاتا' اماں جی مرحومہ کا مطالبہ ہوتا کہ مجھے وہی نعت

Marfat.com

سناؤ میں گنہ گار یہ مطالبہ پورا کرتا' یہ نظم سیرت سے متعلق ہے۔اس سے اماں جی مرحومہ ومغفورہ کا سیرت رسول ﷺ اور عشقِ رسول ﷺ سے تعلقِ خاطر' اردو ادب سے واسطہ اور محبوبِ دوعالم ﷺ سے محبت کا بھی اندازہ ہوجاتا ہے۔لیجیئے ! آپ بھی وہ نظم سن لیں اور اپنا ایمان تازہ کریں۔

تم آگئے تو بہار آگئی چمن کی طرح :

یہی جہاں جو ویران تھا پہلے بَن کی طرح
تم آگئے تو بہار آگئی چمن کی طرح
سخن کسی کا نہیں ہے تیرے سخن کی طرح
نہ انجمن ہے کوئی تیری انجمن کی طرح
خدا گواہ ہے تمہارے ہی خیر مقدم کو
یہ کائنات سجائی گئی دلہن کی طرح
ضروران سے میں دیتا تیرے بدن کی مثال
جو پھول ہوتے ملائم تیرے بدن کی طرح
مہک گئیں راہیں جدھر سے تم گذرے
تمہارے جسم کی خوشبو ہے یاسمن کی طرح
تیرا وجود ہے اک ماہتاب کی صورت
نبی تمام ہیں تاروں کی انجمن کی طرح
جو شعر تیری صفت میں ہو کیوں نہ دے خوشبو
گلاب و لالہ ونسرین ونسترن کی طرح

Marfat.com

قصیدۂ طوبیٰ :

احقر دسویں جماعت میں تھا' اپنے ایک دوست عبدالمجید جامی (آجکل وہ جید عالم' ایک مدرسہ کے مہتمم اور علاقہ کے خطیب ہیں) جوملتان قاسم العلوم میں طالب علم تھے۔ میرے آبائی گاؤں چودھوان، میں میرے ہاں تشریف لایا کرتے تھے' ایک دوروز میرے ہاں قیام بھی فرمایا.....

..... ایک مرتبہ جب تشریف لائے تو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد موسیٰ خان روحانی بازیؒ جامعہ اشرفیہ لاہور کا مشہور قصیدہ ''قصیدۂ طوبیٰ'' بھی ساتھ لائے' احقر اس وقت اتنا دینی شعور نہیں رکھتا تھا مگر عمدہ طباعت' رنگین صفحات اور خوبصورت کتاب کے پیشِ نظر اسے حرزِ جان بنالیا' اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ نے مجھ سے دیکھا تو لے لیا، آغاز میں فضائل پڑھے اور عامل بننے کے طریقے پڑھے تو فوراً اپنے عمل میں لائیں' چند دنوں میں اماں جیؒ کو سارا قصیدہ یاد ہوگیا' جب کوئی مشکل پیش آتی' کوئی حاجت ہوتی وہی قصیدہ لے کر بیٹھ جاتیں' خدا کی ذات پر توکل کرکے پڑھتی رہتیں' مشکلات حل ہوجاتے' بند دروازے کھل جاتے' میرے انہی طالب علمی کے بالکل ابتدائی ایام میں نجم المدارس کلاچی ایک خط میں تحریر فرماتی ہیں۔

جب اللہ ہے تو غم کاہے کا :

''بیٹا! کوئی فکر نہ کرو' ہمارا تو غم ہی نہ کرو' رازق بھی اللہ ہے اور مالک بھی اللہ ہے' تمہارا باپ بھی ہمیں اور تم کو سب کو اللہ کے حوالے کرکے چلا گیا۔ جب اللہ ہی ہے تو پھر غم کیوں کرتے ہو' قصیدۂ طوبیٰ' میرے معمول میں ہے' صبح وشام اور ہروقت اپنے اللہ کو قصیدہ میں لکھے عربی میں اسماء الحسنیٰ کے

Marfat.com

ناموں سے پکارتی ہوں' قصیدہ کی دعاساری کی ساری مجھے یاد ہوگئی ہے' اللہ پاک آپ کو ضائع نہیں کرے گا' ہاں ! گندے لوگوں کی مجلس اور گفتگو سے اپنے آپ کو بچاتے رہو''۔

والسلام تمہاری اپنی والدہ بقلم خود

سراپا مجسمۂ دعا :

اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ کو دعا سے خاص مناسبت تھی' بندوں کے مقامات میں سب سے بُلند عبدیت کا مقام ہے اور سیدنا حضرت محمد ﷺ اس مقام کے امام یعنی اس وصفِ خاص میں سب پر فائق ہیں دعا چونکہ عبدیت کا جوہر اور خاص مظہر ہے' اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے وقت بندے کا ظاہر وباطن عبدیت میں ڈوبا ہوتا ہے ۔اس لئے رسول اللہ ﷺ کے احوال واوصاف میں غالب ترین وصف اور حال دعا کا ہے اور امت کو آپ کے ذریعہ روحانی دولتوں کے جو عظیم خزانے ملے ہیں ان میں سب سے بیش قیمت خزانہ ان دعاؤں کا ہے جو مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ سے خود آپ ﷺ نے کیں یا امت کو ان کی تلقین فرمائی ۔اماں جی مرحومہ کو مسنون دعاؤں اور دعائیہ طبیعت کا قدرت نے حصہ وافر عنایت فرمایا تھا۔وہ تو سراپا دعا ہی دعا تھیں۔''صدرحمت' صدرحمت'' مرحومہ کا تکیہ کلام تھا، ناراض ہوتیں تب بھی' راضی ہوتیں تب بھی صدرحمت کہہ کہہ کر دعاؤں سے نوازتی رہتیں۔

دو شخصیتیں :

میں نے اپنی زندگی میں دو شخصیتیں ایسی دیکھی ہیں جن کو سراپا دعا یا مجسمۂ دعا سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور جن کی والہانہ دعا کے انداز سے معلوم ہوجاتا ہے کہ ان کی دعاؤں پر قبولیت کی مہر لگ رہی ہیں ۔ان میں ایک شخصیت محدث کبیر قائد شریعت استاذی واستاذ

Marfat.com

العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ بانی ومہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی ذات بابرکات تھی جن کی صحبت' معیت اور قربت میں مجھ گنہ گار کو دس (۱۰) سال کی طویل خدمت کی سعادت اور شب وروز حاصل ہوئے دوسری شخصیت اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ کی تھی جس کی ہر ادا دعا تھی اور جس کے نقد ثمرات آج آنکھوں کے سامنے ہیں۔

مولانا سید عبدالعزیز شاہ کا جلسہ :

میری دینی طالب علمی کا دوسرا سال تھا کہ ربِّ قدیر نے میری تعلیم وتربیت کے تکوینی اُمور میسر فرمانے شروع کر دیئے۔ نجم المدارس کلاچی میں اپنے ایک بزرگ دوست حضرت مولانا سید عبدالعزیز شاہ صاحب تشریف لایا کرتے تھے، شاہ صاحب درجۂ موقوف علیہ تک نجم المدارس میں پڑھتے رہے، دورۂ حدیث دارالعلوم حقانیہ میں کیا۔ واپس آ کر علاقہ میں خطابت اور دعوت وتبلیغ کے کام میں مصروف ہوگئے، بولتے بڑا میٹھا ہیں، الفاظ جچے تلے، بات سلیقے کی اور بڑی پیاری کرتے ہیں اور جب اندازِ گفتگو خطابت میں ڈھل جاتا ہے تو دلوں کو موہ لیتے ہیں۔ میرے ساتھ شفقت، محبت کا تعلق تھا اور وہ آج تک قائم ہے، بیماری اور علالت میں بھی جامعہ ابوہریرہ تشریف لاتے ہیں اور جب میری ان کے ہاں حاضری ہوتی ہے تو فرطِ مسرت اور وفورِ جذبات سے ان کے آنسو چھلک پڑتے ہیں، بہرحال اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ سے پہلے سے مشورہ کیا ہوا تھا، شاہ صاحب سے اپنے آبائی گاؤں چودھوان کے لئے وقت مانگا تو اجازت دے دی بلکہ پہلے سے تیار بیٹھے تھے۔ جامع مسجد چودھوان میں تاریخی جلسہ ہوا، گاؤں کے اکابر علماء حضرت مولانا مفتی عطاء محمد مرحوم، ، حضرت مولانا عبدالحق مرحوم (فاضل دیوبند)، مولانا عبدالعزیزؒ، مولانا رفیع الدین، مولانا عبدالمنان مرحوم، مولانا عبدالحمید خان ارشد مرحوم (مصنف نصرۃ القرآن)،

Marfat.com

سب نے میری دعوت قبول فرمائی رات کو کھانے میں مہمان کے ساتھ شریک رہے۔ صبح جلسہ کی سرپرستی فرمائی جبکہ صدارت حضرت مولانا مفتی عطا محمد صاحب مرحوم نے کی، صبح 10 بجے دن کا وقت تھا جو ضروری کاموں، کاروبار اور مصروفیات کا وقت ہوتا ہے مگر پھر بھی لوگ جوق در جوق شریک ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب کے اندازِ خطابت نے لوگوں کو مسحور کرلیا تھا اور مجمع پر چھا گئے تھے، احقر نے ٹوٹی پھوٹی طالبعلمانہ تعارفی تقریر کی، طالبعلمی کا دوسرا سال تھا، کیا تقریر ہوگی مگر لوگوں کو پسند آئی، اماں جی نے اپنے گھر میں لاؤڈ سپیکر پر سُنی، اہل محلّہ نے گھر آ کر اماں جیؒ کو میری تقریر کی مبارک باد دی، اماں جی کا اپنا حوصلہ بڑھا، تو میرا بھی حوصلہ بڑھایا۔

میں تو اللہ کا نام لیتی ہوں :

اور فرمایا ''بیٹے'' اللہ نے تمہیں اچھے کام پر لگا دیا ہے، سب لوگ آ آ کر مجھے مبارکباد دیتے ہیں، اور مجھے کہتے ہیں کہ تو نے کونسے عملیات اور وظیفے پڑھے ہیں کہ تمہارا بیٹا نیکی کی راہ پر چل پڑا ہے میں کہتی ہوں میں تو اللہ کا نام لیتی ہوں پھر اللہ کا نام انہیں بھی بتاتی ہوں ''بیٹا! تمہارے دینی کاموں سے بہت خوش ہوتی ہوں، مولانا عبدالعزیز شاہ کا بیان بہت اچھا تھا' لوگ بہت خوش ہوئے، نیک عمل کی ترغیب چلے گی، بیٹا! اگر آج میرے دس بیٹے ہوتے ان کی شادی ہوتی تب بھی مجھے اتنی خوشی حاصل نہ ہوتی جو آج کے دِینی تبلیغی پروگرام اور تمہاری تقریر سے حاصل ہوئی ہے''۔

ابتدائی تقریر، اجتماع اور اماں جی کی دُعا :

نجم المدارس کلاچی میں تعلیم کا یہی دوسرا سال تھا کہ جب چھٹی پر اپنے آبائی

Marfat.com

گاؤں جانا ہوا تو اپنے قریبی احباب نے کہا، عبدالقیوم! عجیب بات ہے تم عالم بن رہے ہو اور کتنا وقت ہوا کہ تم لوگ گاؤں چھوڑ کر سفر پر ہو، مگر ہمیں تو آپ کے علم وسفر اور عالم بننے نے کچھ فائدہ نہیں پہنچایا، ان دوستوں کا اخلاص، طلب، تڑپ، محبت دیکھی اور کچھ اپنے اندر کی خواہش بھی کام لائی، میں نے عرض کیا، کیوں نہیں تمہیں بھی فائدہ ہوگا اور عامۃ المسلمین کو بھی، تم لوگ جلسہ بنالو، میری تقریر کا اعلان کردو، لوگوں کو جمع کرو، کوئی نعت خواں لاؤ میں تقریر کردوں گا سب کو فائدہ ہوگا۔

طالب علمانہ شوخیاں :

اب کیا پدی کیا پدی کا شوربا، مگر طالبعلمانہ شوخیاں تھیں، پسِ منظر میں اماں جی مرحومہؒ کی دعائیں تھیں۔ میرے دوستوں نے سچ مچ جلسہ کر دکھایا جن میں حافظ شیر زمان صاحب، ان کے بھائی جمعہ خان، حافظ اللہ وسایا، حافظ محمد عبداللہ اور حافظ امیر محمد صاحب پیش پیش تھے۔ حافظ شیر زمان کے والد مرحومؒ بزرگ انسان تھے علماء وطلبہ کے قدردان تھے خالقداد ان کا نام تھا، غریب وفقیر اور درویش منش انسان تھے، اپنے ہاتھ پاؤں کی کمائی سے پورے خاندان کی کفالت کرتے تھے، علماء کا اکرام اور دعوتیں بھی کیا کرتے تھے۔ احقر ابتدائی درجے کا طالب علم تھا ان کا کلال خانہ (جہاں وہ بڑھاپے میں اپنے ہاتھوں سے مٹی کے برتن بناتے تھے) میرا دوسرا گھر بن چکا تھا، مجھے ان کے ہاں پیار ملتا، محبت، شفقت، حوصلہ افزائی اور دعائیں ملتی تھیں اور ان کے مٹی کے برتن بنانے سنوارنے کے منظر سے لطف اندوز ہوا کرتا تھا۔

جب انہیں معلوم ہوا کہ آج میری تقریر ہونی ہے تو انہوں نے میری اور میرے دوستوں کی دعوت کا اہتمام کیا، شہر کے علماء کو بھی مدعو کیا۔ میں نے یہ منظر دیکھ کر دل ہی دل میں کہا کہ میں واقعۃً کوئی بڑا کام کرنے والا ہوں، حوصلہ بڑھا، تشجیع ہوئی اور اُسی محلّہ کی مسجد

Marfat.com

''جتاں والی'' میں میری تقریر کا اعلان کردیا گیا۔ اُس زمانے کی روایت کے مطابق ڈھنڈورچی نے بازار میں ڈھنڈورا پیٹا، ساتھیوں نے اپنے ہاتھوں سے اشتہارات لکھ کر بازار میں لگائے اور میں تقریر کی تیاری میں مصروف ہوگیا۔ اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ کو علم ہوا تو بے حد مسرور ہوئیں اور سراپا دُعا بن گئیں۔

اپنے ایک خاندانی بزرگ کی بھبتیاں :

عشاء کے بعد جلسہ منعقد ہوا، نماز ختم ہوئی تو بہت بڑا اجتماع ہوگیا تھا، تعلیم یافتہ طبقہ، نوجوان، دیندار لوگ، اور بعض ذی اثر معززین کو بیٹھے ہوئے دیکھ دیکھ کر میرے رنگ بدلنے لگے، ہونٹوں پر جھرجھری بندھ گئی، ایک کونے پر نظر پڑی تو اپنے ایک بہت قریب کے خاندانی بزرگ کو بیٹھے ہوئے دیکھا جو نہ میری طالبعلمی تسلیم کرتے تھے اور نہ میری کسی علمی ودینی حیثیت کو مانتے تھے، میری ہر بات کو مبتدعین کے زمرہ میں ڈال کر پھلجھڑیاں اڑایا کرتے تھے۔

اندازِ بیاں :

جلسہ کی باقاعدہ کارروائی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی، نعتیہ کلام سنایا گیا، اور مجھے تقریر کی دعوت دی گئی۔ تقریر کے لئے کھڑا ہوا، خطبۂ مسنونہ پڑھا اور تقریر شروع کی، ابتداء میں بزدلی تھی، رعب تھا، ہونٹ خشک تھے، آنکھیں بپھر رہی تھیں اور اب جو کھڑے ہوکر بات شروع کی تو دلیری اور جرأت تھی، مضامین اور خیالات قطار باندھے سامنے کھڑے تھے، الفاظ ایک دوسرے سے متعاقب چلے آرہے تھے، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے گلے کی گراریاں کھل گئی ہیں۔ سامعین کا جو حال بھی ہو سو ہو خود مقرر کو اپنی تقریر سے کام و دہن کی لذت محسوس ہو رہی تھی۔ بعد کے تاثرات سے پتہ چلا کہ یہ تقریر خود بخود لوگوں کی

Marfat.com

سماعت میں اُترتی چلی جارہی تھی، جلسہ ختم ہوا، تأثرات یہ تھے کہ تقریر کامیاب رہی، اس وقت مجھے تو پندار بہت زیادہ تھا مگر اب معلوم ہوا کہ ان پڑھ جاہلوں میں مجھے ابتدائی تعلیم کی کچھ شُدھ بُدھ حاصل تھی جسکی یہ تقریر تھی۔

دورانِ بیان اماں جیؒ کی توجہ و دُعا :

ہاں مگر اصل بات جس کے لئے یہ ساری کہانی سنائی گئی وہ یہ ہے کہ اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ بھی محلّہ کی ایک خاتون کو ساتھ لے کر مسجد کی دیوار کی اوٹ میں تشریف فرما تھیں۔ اماں جی مرحومہؒ نے بتایا :

''بیٹا! جب میں نے لوگوں کا ہجوم دیکھا تو میں دل ہی دل میں دُعا کر رہی تھی ''الٰہی'' میرے بیٹے کو شرمندہ نہ کرنا، ان کے بیان میں برکت عطا فرما، حوصلہ بڑھادے، بیٹا! پہلی بار تمہاری تقریر سُنی تم بولتے جاتے تھے اور میں دُعا کرتی جاتی تھی، کہیں بھول نہ ہو جائے، زبان لڑکھڑا نہ جائے، کہیں رُک نہ جائے۔ بیٹے! تم نے تقریر ختم کی تو خواتین مجھ پر مبارکباد کیلئے ٹوٹ پڑیں اور مجھے اُسی وقت تمہاری محنت کی قیمت وصول ہوگئی۔

واپسی پر راستے میں لوگوں کو بھی یہ کہتے ہوئے سنا کہ عبدالقیوم اچھا بولتا ہے اور یہ بھی کہتے جاتے تھے کہ والدین کا اکلوتا بیٹا ہے، گو یتیم ہے، مگر ماں کی دُعاؤں نے اسے رنگ دیا ہے''۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھا پسِ منظر میں اماں جی مرحومہؒ کی توجہات اور دُعائیں تھیں کہ مجھے ڈھارس بھی ملتی رہی، جرأت بھی، عزت بھی اور آبرو و اکرام بھی۔

نمازِ عید سے قبل تقریر کیلئے مساعی :

حافظ شیر زمان، حافظ امیر محمد کا ذکر آیا تو مجھے اُن دوستوں کی ایک اور ادا بھی یاد

Marfat.com

آ گئی اور اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ کا پڑھایا ہوا سبق بھی، وہ یہ کہ اُس جلسہ کے بعد گاؤں میں لوگوں کی مجھ سے محبت ہوگئی، احباب کا اعتماد بڑھ گیا۔ میرے یہ دوست چاہتے تھے کہ عید کے موقع پر بھی میری تقریر کرادیں یہ اُس دور کی بات ہے جب پورے گاؤں کی عیدگاہ ایک تھی اور شہر کے تمام علماء کو باری باری تقریر کا موقع دیا جاتا تھا۔ میرے ساتھیوں نے اس موقع پر میری تقریر کے لئے تگ ودو شروع کردی اور ذمہ دار خطیب کے پاس پہنچ گئے اور اُن سے کہہ دیا کہ ہمارے ساتھی عبدالقیوم کو نماز عید سے قبل چند منٹ تقریر کا موقع دیدیا جائے تو اسکی حوصلہ افزائی بھی ہوجائے گی اور ہم نوجوانوں کی نمائندگی بھی۔

جب یہ ساتھی خطیب مذکور سے یہ بات کررہے تھے تو وہ ہمارے ایک خاندانی بزرگ اور پورے علاقہ کے رئیس جناب..... خان صاحب (جن کی پورے علاقہ پر سیاسی اور خان ازم کے حوالہ سے دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور میرے بھی خاندانی بزرگ تھے) کے پہلو میں تشریف فرما تھے، ان کو مجھ سے خاندانی بیر تھا، آبائی چشمک چل رہی تھی، یتیمی بھی جرم تھا، وہ طرح دے گئے..... خان صاحب نے جب میرا نام سنا، بپھر گئے، ان کی عتاب انگیز نگاہوں کی تاب آخر کون لاسکتا تھا، خطیبِ موصوف نے لہجہ بدلا اور میں سمجھتا ہوں انہیں مجھ سے کوئی کد نہیں تھی وہ..... خان صاحب کو راضی کرنا چاہتے تھے، میرے ساتھیوں کو جواب میں کہا ..... اور جو الفاظ کہے تھے وہ بہت غلیظ تھے انہیں نقل کرکے میں اپنے قلم کو گندہ نہیں کرنا چاہتا اور نہ کاغذ کو آلودہ کرکے قارئین کے دل ودماغ کو متعفّن کرنا مناسب ہے۔ ان الفاظ کے قریب قریب نہ سہی ان کی طرف مشیر جملہ یہ ہوسکتا ہے کہ ''ابھی تک اسے استنجا کرنا بھی نہیں آتا میں اسے منبر پر بٹھا کر منبر ومحراب اور مسجد کے تقدس کو پامال نہیں کروں گا''۔

Marfat.com

حکمت وتدبیر اور مشورہ کی برکت :

میرے ساتھی اگر چہ جذباتی ہو گئے تھے مگر دانشمندی، عقلمندی، اور حکمت وتدبیر سے فیصلہ یہ کیا کہ پہلے عبدالقیوم کے پاس جاتے ہیں، انہیں صورتحال سے آگاہ کرنے کے بعد ان ہی کے مشورہ سے آئندہ کا لائحہ عمل طے کریں گے۔ میں گھر میں تھا۔ بلایا گیا اور غیض وغضب بلکہ آتشیں انداز میں نوجوانوں نے مجھے صورتحال سے آگاہ کیا اور پھر..... اقدام کر گزرنے کی اجازت چاہی، میں بھی نو وارد تھا، جوانی تھی اور آغازِ کار بھی، جوش و جذبہ اور حماقت کے سائے بھی ساتھ تھے، معاً دل میں خیال آیا کہ اماں جی سے مشورہ کر لیا جائے، اندر جا کر اماں جیؒ سے ساری بات کی میرے لہجہ میں غصہ بھی تھا، انتقام بھی، جوش وجذبہ بھی اور غیض وغضب بھی۔ بڑے حوصلہ سے بات سنی اور فرمایا:

''بیٹے! پریشان نہ ہونا، ان باتوں کا جواب یہ نہیں کہ تم چند ساتھی مل کر خطیبِ موصوف کی پٹائی کر دو اور اسکی ہڈی پسلی توڑ دو، اس کا جواب یہ بھی نہیں کہ عید کے روز بزور منبر پر بیٹھ کر قبضہ جما لو، اس کا جواب یہ بھی نہیں ہے کہ تم لوگ خطیبِ موصوف سے مناظرہ، مقابلہ، مجادلہ حجت بازی کرنے لگو بلکہ اس کا جواب یہ ہے کہ اپنے اندر کمال اور نافعیت پیدا کرو، خوب محنت کرو، اپنا علم، علمی کمال، اور تقریر کو اتنا پختہ اور مستحکم کر لو کہ وہ لوگ خود تمہیں خطاب کی دعوت دیں جو آج مخالفت کر رہے ہیں اور اس دن کا انتظار کرو جب حالات انہیں مجبور کر دیں کہ وہ عبدالقیوم ہی سے تقریر کروائیں۔

بیٹا! اب صبر کرو اور اپنے مخالفین سے اس صورت میں انتقام لو کہ اپنی علمی حیثیت، علمی مقام، خطابت اور دعوت وتبلیغ میں اسقدر محبوبیّت ومقبولیّت پیدا

Marfat.com

کرلو کہ وہ خود تمہارے پاس آئیں اور تقریر کی دعوت دیں"۔

احقر نے واپس آ کر اپنے دوستوں کو سارا ماجرا سنایا، میرے ساتھی اگرچہ جذباتی تھے مگر اماں جیؒ کی نصیحت اور مشورہ تھا اس لئے احتراماً خاموش ہو گئے بلکہ اپنی رائے بھی ترک کر دی۔ ہم نے صبر سے کام لیا۔

اب انتقام لینا ہے :

والدہ کا اشارہ پلے باندھا کہ اب انتقام لینا ہے اور انتقام بھی ایسا کہ خود موصوف مجھے تقریر کیلئے بُلائیں، اللہ نے والدہ کی تمنا پوری کر دی، چنانچہ احقر کو اللہ نے محنت، علم ومطالعہ، درس وتدریس، خطابت اور تصنیف وتالیف کے راستے پر ڈال دیا، اپنی شب وروز محنت، اساتذہ کی محبت وشفقت، والدہ مرحومہ ومغفورہؒ کی دعاؤں اور توجہات سے، وہ دن بھی دیکھنا نصیب ہوا جو اماں جی مرحومہؒ کو مطلوب تھا، اُسی خطیب نے میرے آبائی گاؤں اور اُسی جامع مسجد میں ایک بڑا جلسہ بنایا، ایک طویل اور صبر آزما مرحلہ کے بعد اللہ نے وہ اعزاز بخشا جس کے لئے والدہ مرحومہؒ راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں کیا کرتی تھیں مجھے بطور مہمان خصوصی مدعو کیا گیا، اشتہارات چھاپے گئے، شہر کے علاوہ قرب وجوار اور دور دراز قصبوں اور دیہاتوں کے لوگ بھی جوق در جوق آئے تو جامع مسجد کو باوجود اپنی وسعتوں کے تنگ دامنی کی شکایت تھی، مگر عین موقع پر قدرت کا کرنا یہ ہوا کہ مجھے معقول عذر پیش آیا اور خطیب موصوف کی دعوت واصرار لوگوں کے شدید اشتیاق وانتظار کے باوصف جلسہ میں نہ پہنچ سکا۔ جس سے داعی کی بڑی سبکی ہوئی۔ بعد میں خیال آیا کہ یہ سب کچھ قدرت کی طرف سے تکوینی انتقام تھا جو ربّ نے اماں جی مرحومہ کے مشورہ کی تکمیل کر دی۔

منصبِ مادریت :

"ماں" ایک ایسا لفظ ہے جسے بولتے ہی آدمی کا ذہن ایک گھنی ٹھنڈی چھاؤں کا

Marfat.com

احساس کرتا ہے جو زندگی کے تپتے صحراء میں مسافرِ ازل کے لئے ایک پناہ گاہ بنتی ہے۔اس لفظ سے دنیائے مشرق اور خصوصاً اسلامی معاشرہ میں بڑے ہی نازک جذبات وابستہ ہوتے ہیں یہ لفظ رأفت ورحمت کا سرچشمہ ہے۔اسلامی معاشرے میں ''ماں'' کا مقام بڑا ہی بلند ہے اور منصبِ مادریت اپنے اندر بڑا تقدس بھی رکھتا ہے اور بڑی ذمہ داریوں کا بھی مرکز ہے..... ہر ماں کا وجود ایک خاندان اور کنبے کی بنیادی تنظیم کا محور ہوتا ہے، ہر ماں کی گود آئندہ نسلوں کا گہوارہ ہوتی ہے اور اس کا فیضانِ نظر خاکی پُتلوں کو انسانیت کے مرتبہ تک پہنچانے کا وسیلہ بنتا ہے۔''ماں'' اور ''بچے'' کا جوڑ ہمارے نظامِ حیات میں اس دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے ماں کی گود میں کھیلتا' ہمکتا ہوا بچہ اور دوسری طرف ماں کی خدمت کرتا ہوا نوجوان..... یہ دونوں مناظر ایسے ہیں کہ ہماری اسلامی معاشرت کو جنت بنا دینے والے ہیں۔اس جنت کا کوئی گوشہ جب ماں کی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے تو اس حادثے پر زندگی کارواں رواں لرز جاتا ہے خلا پیدا ہو جاتا ہے۔

ماں کی دعا سے حیات ملی :

ماں کا بول' ماں کی گفتار اور ماں کی دعا کتنی موثر ہوتی ہے ثابت بنانیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ میں ایک انصاری صحابیؓ کی عیادت کیلئے گیا میرے جانے کے بعد تھوڑی دیر میں ان کا انتقال ہو گیا ہم نے ان کی آنکھیں بند کر دیں اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔ایک صحابیؓ نے ان کی والدہ سے کہا کہ اللہ سے ثواب کی امید رکھیں، بے صبر نہ ہوں۔عورت نے پوچھا کیا وہ انتقال کر گئے ہیں ہم نے کہا ہاں! عورت نے پوچھا کیا تم سچ بول رہے ہو؟ ہم نے کہا بالکل۔یہ سن کر وہ عورت اپنے ہاتھ کو آسمان کی طرف پھیلا کے اللہ سے یوں مخاطب ہوئی۔

Marfat.com

''اے اللہ! میں تجھ پر ایمان لائی تیرے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کی مجھ پر جب بھی کوئی مصیبت آئی میں نے تجھ سے دعا کی اور تو نے میری مصیبت دور کر دی اب میں تیری ہی جانب دستِ دعا دراز کرتی ہوں کہ اے میرے معبود! آج تو مجھ پر مصیبت کا یہ بوجھ نہ ڈال''۔

عورت کی اس دعا کے بعد اس انصاری صحابیؓ نے اپنے اوپر سے کپڑا ہٹا دیا ماں کی دعا دے دوبارہ زندگی مل گئی۔ چنانچہ ہم نے کھانا کھایا اور اس انصاری صحابیؓ نے بھی ہمارے ساتھ کھانا کھایا۔(من عاش بعدالموت 'امام محمد ابوبکر ابن ابی الدنیا)

اپنے سگے ماموں :

ماں کا بھائی ''ماموں'' کہلاتا ہے اور ماں کی بہن ''خالہ'' اللہ کے نبی ﷺ نے اس شخص سے جس کے سر سے ماں کا سایہ اٹھ گیا تھا' خالہ کے دامنِ شفقت کو ماں کی توجہات و عنایات کا نعم البدل قرار دیا تھا۔ ماموں بھی، ماں کی محبتوں، قلبی عواطف، اور توجہات اور رأفت و رحمت کا اگر نعم البدل نہیں تو بدل ضرور قرار پاتا ہے۔ اماں جی مرحومہ و مغفورہؒ حیات تھیں ہم یتیمی کے ایام سے گزر رہے تھے یہ وہ ایام ہوتے ہیں جب اپنا سایہ بھی بیزار ہو جاتا ہے میرے درس نظامی کے زمانہ طالب علمی کا آغاز تھا' میں سال اول کا طالب علم تھا' نجم المدارس کلاچی میں رہتے ہوئے بھی اماں جی مرحومہ اور اپنی یتیم ہمشیرہ گان کی حالتِ زار کب نگاہوں سے اوجھل ہو سکتی تھی' درد دل تھا جو کبھی دعا میں اور کبھی دوا میں ڈھل کر تڑپاتا اور رلاتا رہتا تھا' عادی اور روحانی اسباب کی دنیا میں ماموں کوئی کم سہارا نہیں ہوتا۔ مجھے اللہ نے دو ماموں دیئے تھے مگر گھریلو ناچاقیاں اور خانگی بدمزگیاں پہلے سے چلی آ رہی تھیں' یتیمی' فقر و غربت' افلاس اور ناداری نے یہ فاصلے مزید بڑھا دیئے'

Marfat.com

اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ بتایا کرتیں' فلاں فلاں تمہارے ماموں ہوتے ہیں مگر مجھے یقین تک نہ آتا کہ واقعتہً بھی یہ لوگ میرے ماموں ہو سکتے ہیں کیونکہ نہ تو ان کا گھر دیکھا تھا' نہ کبھی آنا جانا ہوا تھا اور نہ کبھی اس کوچہ کی ہوا لگی تھی' عقل وشعور اور سن وپختگی جب آگے بڑھی تب دل نے گواہی دی کہ ہاں یہ صاحب اور یہ صاحب اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ کے سگے بھائی ہیں اور ہمارے ماموں ہوتے ہیں ۔

ماموں کے نام ایک دردانگیز خط :

ایک روز جب اپنے حالاتِ ناگفتہ بہ کا تصور غالب ہوا اور بظاہرِ اسباب گھریلو ذمہ داریوں کے احساس اور تصور نے تحصیلِ علم کے مواقع کم کر دیے اور عقل نے فیصلہ دیا کہ اگر خانگی حالات یوں رہے اور ماموں صاحبان اور دیگر خاندانی بزرگوں نے سرپرستی قبول نہ فرمائی تو تجھے جلدی ہی مستقبل میں گھریلو کاموں بالخصوص فکر معاش میں لگنا ہوگا تو تحصیل علم کی چھٹی ہو جائے گی اندر سے ایک آواز آئی، ضمیر نے کہا ماموں جان کو خط لکھو، جو دیندار بھی ہیں، تعلیم یافتہ بھی ہیں، صالح بھی ہیں اور مخلص داعی بھی' خط لکھتا جاتا تھا، قلم کے آنسو کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے آنسو بھی جاری تھے۔ خط میں اپنے ماموں جان سے سرپرستی کی درخواست ہے مگر میری بدقسمتی کہ اسے اس وقت درخورِ اعتناء نہ سمجھا گیا اور ہم ماموں جان کی محبت اور شفقتوں سے جس طرح محروم تھے اسی طرح محروم رہے۔ میری صدا' دردِ دل' ایک طالب علمانہ مگر پرسوز تحریر ان کے گوشہ دل میں جگہ نہ پا سکی۔ البتہ اس کی نقل محفوظ کر لی تھی آج وہ بھی تاریخ کا ایک حصہ بن جائے گی لیجیئے ! نذر قارئین ہے۔ اتنا یاد رہے کہ یہ تحریر ایک ادنیٰ طالب علم کی ہے جو درجہ اول کا طالب علم ہے ذہنی سطح کے ساتھ' الفاظ' جملے' تراکیب اور اشعار تمام کے تمام اس عمر کے ہیں جب فکری کجی اور ذہنی سطح

Marfat.com

کی خوردگی ساتھ ساتھ چلتی ہیں' تاہم قارئین اس کجی اور بے ڈھب کی تحریر میں یقیناً وہ پسِ منظر اور دردِ دل کی کسک ضرور محسوس کرلیں گے جن مرحلوں سے ہم اماں جی مرحومہؒ کے سایہ عاطفت میں گزر رہے تھے۔

طالب علمی کے سالِ اول کی یادگار تحریر :

محترم المقام گرامی قدر واجب الاحترام حضرت ماموں جان صاحب دام شفقتکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ !

مشکل بنی تو کیا ہوا مشکل کشا جو ہے
سر پر بنی تو کیا ہوا سر پر خدا جو ہے
گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

امید ہے کہ آپ بمع اہل وعیال خیریت سے ہوں گے دل تو چاہتا ہے کہ احقر خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی اصاغر نوازی اور دل سوز نصائح سے مستفید ہو (ماموں کی عادت ہی یہ تھی کہ جب ان کے پاس کوئی جاتا تو نصائح شروع کر دیتے تھے) اور ساتھ ساتھ دلی مدعا اور دعا' احساسات وجذبات کا اپنی زبان سے اظہار کروں لیکن کیا کروں امتحان کے دن قریب ہیں اور چھٹی لینا مشکل بن جائے گا .....

ع چونکہ تقدیر چنیں بود چہ تدبیر کنم

بہر حال اپنی منزلِ مقصود کو حاصل کرنے کا پہلا زینہ یہی خط ہے اور اس کے بعد جب بھی چھٹی ملی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے اپنی سرپرستی کی درخواست کروں گا۔

حضرت ماموں جان! آپ کی خدمت میں میرا خط لکھنا اگرچہ ایک لحاظ سے بے

Marfat.com

ادبی ہے اور دوسری جانب سے اس میں شوخ چشمی کا پہلو بھی پایا جاتا ہے لیکن جہاں آپ جیسے دیندار گوشِ حق نیوش اور حق پرست انسان کے حضور میں میرا یہ معروض نامہ پیش ہوگا تو میں آپ کے وسعتِ الطاف اور شفقتِ بے غایت سے بجا طور پر توقع کر سکتا ہوں کہ آپ میری اس جسارتِ نازیبا کو درگزر فرمادیں اور میرے اس خط کو ایک یتیم، مفلس اور بے یارومددگار اور یتیم طالب علم اور یتیم بھانجے کی آواز سمجھ کر صرف اللہ کے لئے اور اس کی رضا کے لئے بہ نظرِ غور دیکھیں اور پھر جو فیصلہ آپ کو قرآن وحدیث اور شریعت محمدیہ ﷺ اور خود آپ کا نیک نفس دے اسی کو اختیار فرمادیں۔

آمدم برسرِ مطلب ! اس سلسلہ میں جو سوالات پیدا ہوتے ہیں اور ان کا پھر جو جواب متحقق ہوتا ہے اس بارہ میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلا سوال یہ کہ ہم کون ہیں؟ اور آپ کون؟ اور کیا ذاتی اور قومی طور پر (بلحاظ مادری خون کے) آپ اور ہم ایک نہیں؟ اگر ایک ہیں تو پھر اس قدر بُعد کیوں؟ یہ قطعِ تعلقات اور ناخوشگواریاں کیوں؟ قطع نظر اس کے کہ آپ اور ہم بھائی بہن، ماموں بھانجا اور بھانجیاں ہیں، بحیثیت مسلمان کے اسلام نے ہم کو بھائی بھائی قرار دیا تو باوجود اس کے کہ ہم اور آپ ایک دوسرے کے ذاتی طور پر رشتہ دار اور ہم خون ہیں کیا ہم نے بھائی بھائی رہ کر زندگی بسر کی؟ کیا آج تک ہمیں اپنے سگے ماموں کا دامنِ شفقت نصیب ہوا؟ کیا میری یتیم بہنوں اور آپ کی یتیم بھانجیوں کے سروں پر ان کے ماموں نے دستِ شفقت رکھا؟ کیا ہم سب نے باہمی رشتہ داری کی بنیاد پر اعتماد اور اپنائیت والی زندگی گزاری؟

نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ اتفاق واتحاد سے گریز کیا اور کوسوں دور بھاگے۔ تو پھر سوال یہ ہے کہ یوم اختلاف سے لے کر آج تک وہ کونسی چیز تھی اور اسلام کا وہ کونسا حکم تھا

Marfat.com

جس نے ہمیں اور آپ کو رشتہ داری و برادری اور اخوت و ہمدردی، بھائی بہن کا پیار، ماموں کی شفقت اور بھانجے بھانجیوں کا ادب' حتیٰ کہ موت فوت تک سے مانع رکھا؟ یہ سوالات ایسے ہیں کہ میں ان میں محو ہو کر اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان سوالات کا حل آپ کے پاس ہے کیونکہ اصل حقائق ،اسرار، رموز آپ پر عیاں ہیں' آپ تعلیم یافتہ بھی ہیں' سکول میں سینئر استاد بھی ہیں قرآن وحدیث کا مطالعہ بھی ہے اور اس راہ کے شناور بھی ہیں' بایں وجہ آپس میں ایک ہونے کے لئے ہم نے جو قدم اٹھانا ہے وہ بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ کے مشورہ وصلاح کے مطابق اٹھانا ہے.....لیکن آج اگر میں اپنے دل کی کیفیت اور اس کا مثلِ بسمل تڑپنا بھی زیب کاغذ کر دوں تو مجھے آپ کی شفقت عالیہ سے توقع ہے کہ آپ مجھے دادِ صبر دیتے ہوئے یہ کہتے نظر آئیں گے .....

کانٹوں میں ہے گھرا ہوا چاروں طرف سے پھول
پھر بھی کھلا ہی پڑتا ہے کیا خوش نصیب ہے

آہ تقدیر وائے نصیب! زندگی کی دنیا میں نووارد مسافر کو جن سہاروں کی ضرورت ہوتی ہے ان میں سب سے زیادہ قوی اور مضبوط سہارا جس کو اسلام نے رحمت کہا ہے والد کا ہوتا ہے، لیکن ربِّ قدیر نے والدؒ کا عارضی سہارا اور سایہ رحمت سر سے اٹھالیا' ان کے غم میں چند دن پریشانی رہی لیکن پھر حقیقت کو سامنے رکھا اور یہ کہہ کر تسکینِ قلب کا سامان مہیا کیا .....

یہ چمن یوں ہی رہے گا اور ہزاروں بلبلیں
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گی

تا بکے در غمِ تو نالۂ شبگیر کنم :

تاہم اپنے ماموں یا والد کے بھائی (اپنے چچے) جو اگر چہ والد کا مقام حاصل نہیں

Marfat.com

کر سکتے لیکن اگر ان کے دل نرم ہوں اور خداوند قدوس نے ان کے دلوں میں شفقت کا مادہ رکھا ہو تو وہ اس کے مثل ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات یہ لوگ شفقت پدری سے بڑھ کر ایک مقام حاصل کر لیتے ہیں جو ان کے لئے مغفرت کا باعث بن جاتا ہے لیکن .....

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں
یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

بہر حال جب والدؒ عازمِ اقلیمِ عدم ہوا (یہ اس وقت کی طالب علمانہ تحریر کا عامیانہ جملہ ہے میں آخرت کو عدم نہیں سمجھتا' اور اب سمجھتا ہوں کہ یہ جملہ ''عازم اقلیم ابد ہوا'' ہونا چاہئے) تو ہم نہایت ہی مفلسی' یتیمی اور بے کسی کی حالت میں تھے ظاہری اسباب میں سے بظاہر سب سے بڑا اور متوقع سہارا ہمارے لئے آپ حضرات تھے اور ہماری ضعیف اور خمیدہ کمر والدہ کے لئے اگر کوئی تکیہ بن سکتا تھا تو وہ صرف آپ تھے لیکن تقدیر زیر لب مسکرا رہی تھی اور بزبان حال اس کا قول تھا کہ اے یتیمو! تم جن کو اپنا تکیہ اور سہارا بنا رہے ہو ان میں وہ طاقت اور توانائی نہیں ہے اور سچ تو یہ ہے کہ .....

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو میری
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

ہمارے خاندانی بزرگ جن کے ہم' ہم خون ہوتے ہیں اور وہ یتیموں کی امیدوں اور آرزوؤں کا جواب ہوتے ہیں بجائے اس کے کہ ہماری پرورش کرتے' ہماری دیکھ بھال اور ہمارے لئے تسکینِ قلب کا سامان مہیا کرتے اور ہمارے غم کی تاریکی میں اجالا بن کر پیش آتے، الٹا ہمارے مال سے اپنے پیٹ کی بھٹی گرم کی اور ہماری تنگی وعسرت پر خوش ہونے لگے' ہماری امیدوں کو توڑا' ہم ان کو اپنا سمجھ کر جب تکیہ کرنے لگے تو وہ نیچے سے کھسک گئے' بے خبری کی حالت میں ہمیں سخت چوٹ آئی، خدا جانے یہ زخم کب اپنی اصل

Marfat.com

حالت پر لوٹے گا صرف یہ نہیں بلکہ جس خدا ترس نے ہماری آہ وفریاد پر کان دھرا اور ہمارے حق میں کچھ حمائتی اور دعائیہ کلمات کہے، حق کا اظہار کیا کہ یتیموں کا خیال کرو ان کا سہارا تم ہو ان کو اپنا حق پورا دو اسی خدا ترس کی آواز ان کو مثلِ تیر محسوس ہوئی بجائے اس کے کہ حقیقت پر غور فرماتے اور حق بات سنتے اور اس پر عمل کے لئے کوشاں ہو جاتے الٹا حق گو کو راستے سے ہٹا دیا اور اسے شہید کر دیا' تا کہ ہم غریبوں اور یتیموں کا خون خوب سیر ہو کر پی سکیں، ظالموں نے اپنی حسرت پوری کرنے کے لئے ہر ممکن نوچا اور نوچ رہے ہیں خدا جانے ظلم وستم کی یہ روداد کب تک جاری رہے گی اور تا بکے ہم مظلومی کا نشانہ بنتے رہیں گے اس حالت میں جب کہ دل ودماغ پر غم وحزن کا مدوجزر ہے یاس وناامیدی نے عقل وفہم کے دامن میں آشیانہ بنالیا ہے' دل جو تمام جسم کی راحت وآرام یا پریشانی وغم کا مبدأ اور منبع ہے' ظالموں نے اس پر ہر طرح وار کئے اور آج بری طرح نڈھال کر ڈالا۔

اس پریشان کن وقابل ترس حالت میں ذہن اس جانب متوجہ ہوتا ہے اور خود کو دیوانہ وار کہنے لگتا ہے..... کہ اے عبدالقیوم! یہ تو ایک یقینی امر ہے کہ اس وقت تو پدرانہ شفقتوں سے محروم ہو چکا لیکن للہ الحمد تیری والدہ محترمہ (اماں جیؒ) روبہ حیات ہے جب تک وہ زندہ ہے تیرے غم کی تاریک رات کبھی بھی دائمی نہیں ہو سکتی کیونکہ مادرانہ شفقتیں کبھی کبھار یقیناً اجالا پیدا کر دیتی ہیں لیکن کیا والدہ کی جانب سے تیرے کوئی اپنے ہیں؟

ہاں ہیں اور یقیناً ہیں دو ماموں اور..... کیسے اور کس نوعیت کے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ ایک ان میں خدا دوست' دین پرست اور صاحب صوم وصلوٰۃ ہے اور دوسرا بھی خوشحال کاروباری' تاجر' اور جائیداد کا مالک اور ذی فہم وذکی ہے۔ کیا انہوں نے تیری حالت زار نہیں دیکھی اور نہیں سنی؟ اگر سنی اور دیکھی ہے تو پھر تو یتیم بھانجا اور وہ ترے ماموں اس قدر زیادہ کشیدگی اور بُعد کیوں؟

Marfat.com

محترما! حالتِ اضطراب میں اپنے آپ کو جس انداز میں مخاطب ہوتا ہوں وہ مذکور ہو چکا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جب سے مسافری میں ہوں اگر چہ اکثر اوقات اپنے اسباق میں منہمک رہتا ہوں لیکن جب کبھی بھی اپنے ساتھیوں اور مسافر طلباء کو دیکھتا ہوں کہ کسی کا والد آ رہا ہے تو کسی کا بھائی' کسی کا ماموں آ رہا ہے تو کسی کا چچا' کسی کا چچازاد بھائی آ رہا ہے اور کسی کا ماموں زاد بھائی' پر بات یہ ہے کہ میری مسافری میں عمر گزری جا رہی ہے، نہ کبھی والد کا چہرا دیکھ سکا (جو کہ اب محال بھی ہے کہ والد صاحب فوت ہو چکے ہیں) اور نہ کبھی چچا اور چچازاد بھائیوں کو دیکھا اور نہ کبھی ماموں اور ماموں زاد بھائیوں کی شفقت کا مستحق ٹھہرا جب کہ الحمدللہ وہ زندہ ہیں۔ جب میں اس قسم کے تصور میں مبتلا ہوتا ہوں تو بے قراری رفاقت کی پیش کش کرتی ہے اور پھر اس قسم کے تخیل وتصور کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب تک یہ خیالات ذہن میں رہتے ہیں اسباق کے سمجھنے میں کوتاہی' پڑھنے میں سستی اور دیگر مشاغل ضروریہ سے بے اعتنائی برتتا رہتا ہوں اور دل ہی دل میں کہتا ہوں.....

یافیاضِ ازل! تو ہی میری حالت پر رحم فرما' میں نے کونسا قصور کیا جبکہ ماموں جان شفقت سے گریز کرتے ہیں' خدا جانے ان کے دل کیوں اس قدر سخت ہیں' کیا میں ان کا سگا بھانجا نہیں؟ کیا میری بہنیں ان کی بھانجیاں نہیں؟ اور کیا میری والدہ ان کی بہن نہیں؟ ہے اور یقیناً ہے تو پھر کیا میرے ماموں جان اسلامی روایات سے بے خبر ہیں؟ ''تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا'' '' و تعاونوا علی البر والتقوی '' ''جو صلہ رحمی کو قطع کرتا ہے وہ خداوند کریم سے تعلق قطع کرتا ہے'' ان ارشادات سے وہ بے خبر نہیں ہرگز ایسا نہیں، اللہ کے فضل سے میرے ماموں قرآن مجید بھی پڑھتے ہیں اور اسلامی احکامات پر پوری دسترس رکھتے ہیں اور عملی میدان میں بھی کوشاں ہوتے ہیں۔

حضرت ماموں جان ! یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ آپ علم دوست ہیں اور الحمد

Marfat.com

للہ ربّ قدیر نے احقر کو بھی تحصیلِ علم کے لئے گھر سے نکالا' دونوں کا مشن' ہدف' خدا ہی کی رضا ہے۔

تو بوجہ علم دوستی کے آج میں اپنے آپ کو صرف آپ کا بھانجا تصور نہیں کروں گا بلکہ آپ کو اپنا سرپرست اور روحانی والد' خود کو آپ کا ادنیٰ غلام اور شاگرد تصور کروں گا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ جب تک میری تربیت آپ جیسے مشفق' مہربان حضرات کے زیر سایہ نہ ہو' ممکن ہے کہ زندگی کی کشتی کا ملاح بھنور میں پھنس کر خود کو کھو نہ دے۔ لیکن اگر آپ نے شفقت کے دامنِ الطاف کو وسیع کیا' مجھ کو اپنا روحانی بیٹا جانا صحیح مشوروں سے نوازا میری تعلیم کی فکر کی، تو یہ ایک یقینی امر ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ایک روز میں آپ کا صحیح جانشین بنوں گا اور آپ کا تیار کردہ اسلامی سپاہی ہوں گا، دین کے خدمت کے لئے کمر بستہ ہو کر آپ کے نام کو روشن رکھوں گا اور آپ کی فلاح وکامیابی کے لئے خدا کے حضور میں ہر وقت دست بہ دعا رہوں گا۔

ماموں جان! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میری والدہ (جو آپ کی بہن ہوتی ہے) ان سے بھی صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے ایسا تعلق جوڑیں جو ایک حقیقی بہن بھائی کے درمیان ہونا چاہئے، کیونکہ ربّ یزدانی کی قدرت سے بعید نہیں کہ وہ آپ کو اور ہم کو اس وجہ سے مغفور فرماوے کہ ہم مدتوں کی رنجش عداوت اور بُغض کو.....صرف خدا کی رضا کے لئے ترک کر کے شیر وشکر ہو رہے ہیں۔

ماموں جان! یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہم آپ جیسی شخصیت کے ماموں ہونے پر فخر محسوس کرتے ہیں اور غیروں کر فخریہ طور پر کہتے ہیں کہ فلاں میرا ماموں ہے، غائبانہ طور اگر کوئی پوچھتا ہے کون ہو؟ میں کہتا ہوں کہ ماموں.....کا بھانجا ہوں۔

الجملة والمختصر صلح کی درخواست ہے' صلہ رحمی کی درخواست ہے امید

Marfat.com

ہے کہ یتیم بھانجے اور بیکس یتیم بھانجیوں کی یہ درخواست آپ کی شفقت عالیہ سے محروم نہ رہے گی اور دل کی اتھاہ گہرائی سے اس جانب التفات فرما کر اللہ تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں کو دعوت دیں گے۔

ع برکریماں کار ہا دشوار نیست

بعد ازیں میرے دل میں اس بات کا یقین پیدا ہو رہا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی توجہ ہمارے استحقاق میں تبدیل ہوئی ہوگی۔ مستقبل کے لئے ہم نے آپس میں تعلقات کو خوشگوار بنانے اور رنجشوں کو دور کرنے کے لئے جو لائحہ عمل تیار کرنا ہوگا اس سلسلہ میں آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا اگر آپ کا جواب نامہ جو میرے لئے شرفِ افتخار کا باعث ہوگا آیا تو میں سمجھ جاؤں گا کہ آپ اس سلسلہ میں مثبت اقدام کرنے پر راضی ہیں اور خدا لگتی چاہتے ہیں تو میں خود آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر اس سلسلہ میں ٹھوس قدم اٹھاؤں گا۔

والسلام

آپ کا مخلص، فرمانبردار، خیر خواہ

اور مطیع و جان نثار بھانجا عبدالقیوم بقلم خود

سابقہ تحریر پر قارئین کے خطوط :

گذشتہ شمارہ (ماہنامہ ''القاسم'' میں احقر کا یہ سلسلۂ مضامین مسلسل چھپتا رہا) میں قارئین نے اس عنوان کے تحت احقر کے زمانہ طالب علمی کے سالِ اول کی ایک تحریر پڑھی جو ماموں جان مرحوم کے نام ایک دردانگیز خط تھا' اس پر ملک بھر سے خطوط موصول ہوئے' علماء اور مشائخ کے بھی' دانشوروں اور صحافیوں کے بھی' اکابر اور اصاغر کے بھی' اپنے اساتذہ اور مربی و محسنین کے بھی' ان خطوط میں داد و تحسین اور نقد و جرح کے ملے جلے

Marfat.com

جذبات تھے' اپنے قلبی تاثرات اور کیفیات کا اظہار تھا' مجھ گناہ گار کی حوصلہ افزائی بھی مقصود تھی اور اصلاح بھی۔

دینی مدارس کے طلباء کے خطوط :

دینی مدارس کے طلباء کے خطوط بھی موصول ہوئے طلباء کے خطوط میں ایک ہی چیز قدر مشترک تھی کہ پٹھان ہو کر اور طالب علمی کے سال اول میں اس طرح کی تحریر کیسے لکھی؟ اور کہاں سے سیکھی' جملے کیسے بنائے' تحریر میں درد کیسے بھرا اور یہ کہ اس طرح تحریریں لکھنا کیسے سیکھا اور سکھایا جا سکتا ہے۔

اردو تحریر کی بنیاد :

عزیز طلباء' کیا بتاؤں کہ میں نے اردو کیسے اور کہاں سیکھی ہے' اردو مطالعہ ہو یا تحریر' استفادہ کی صورتیں ہوں یا افادہ کی' اس کی بنیاد بھی تو اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ نے ابتدائے شعور ہی سے رکھ دی تھی' میں کوئی چوتھی یا پانچویں جماعت کا طالب علم تھا کہ اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ نے اپنے گھر میں خود مجھے قرآن کریم پڑھانا شروع کر دیا۔

اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ کا درسِ قرآن :

اماں جی مرحومہؒ قرآن کی بہترین اور کامیاب مدرسہ تھیں گردونواح اور پڑوس کے بچوں اور بچیوں کی بہت بڑی تعداد ہر وقت گھر میں جمع رہتی تھی جو اماں جی مرحومہ ومغفورہؒ سے قرآن پڑھا کرتے تھے' گھر میں ان طلباء اور طالبات کی وجہ سے خوب رونق رہتی تھی' اب بھی بعض حفاظ بتاتے ہیں کہ وہ اماں جی مرحومہؒ کے شاگرد ہیں' آخر عمر تک قرآن کی تدریس اماں جی مرحومہؒ کی زندگی کی مساعی کا اولین ہدف تھا اور اب جب گھر سے یہاں نوشہرہ ہمارے ہاں تشریف لائیں اور پھر یہیں سے جنت کو سدھار گئیں تو اپنی

Marfat.com

طالبات کو باقاعدہ چھٹی دے دی تھی۔

مترجم قرآن :

بات یہ کر رہا تھا کہ اماں جی مرحومہ نے مجھے اولاً خود ابتدائی قرآنی قاعدہ پڑھایا' پھر قرآن پڑھانا شروع کیا' ابھی جب چند پارے ہی پڑھے تھے کہ ایک بڑی سائز کا خوبصورت قرآن' عمدہ طباعت' رنگین چمکیلے اور خوشنما اوراق مترجم ''فتح الحمید'' ہے اور مترجم مولانا فتح محمد جالندھری ہیں آغاز میں مفصل اردو مقدمہ' ترجمہ سے متعلق اکابر علماء اور برصغیر پاک و ہند کے مشائخ کی آراء، اماں جی مرحومہ فرماتیں:

''بیٹے! اسے پڑھا کرو' یہ قرآن کی فضیلت ہے اس سے اجر و ثواب معلوم ہوتا ہے تمہاری اردو تو بہتر ہے ماشاء اللہ' بیٹے! یہ لفظی ترجمہ بھی دیکھا کرو' والدہ کا اصرار ہوتا کہ یہ آیت جو تم نے پڑھی ہے' اس کا ترجمہ کیا لکھا ہے' ہمیں بھی سنا دو یا کبھی خود تلاوت فرماتیں' کوئی آیت دل میں اتر جاتی' تو مجھے بولیتیں یا خود میرے پاس تشریف لے آتیں اور متعلقہ آیت کا اردو ترجمہ پڑھ کر سنانے پر اصرار فرماتیں' یہیں سے مجھے اردو سے شناسائی ہوئی' پڑھنے کی عادت بنی اور بنتی ہی چلی گئی''۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی :

مطالعہ کتب اور اردو ریڈنگ کا ذہن تو اماں جی مرحومہؒ کے دامنِ تربیت میں روبہ ترقی تھا' نویں یا دسویں جماعت میں زیرِ تعلیم تھا' ایک روز کسی کتاب یا رسالہ میں نفیس اکیڈمی کراچی کی فہرستِ کتب کا اشتہار دیکھا' کتابوں کے نام پڑھتا گیا' ایک نام پسند آیا یہ تھا ''حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی'' مصنف کا نام علامہ سید مناظر احسن گیلانی'

Marfat.com

کتاب کے نام سے محبت ہوگئی دل نے فیصلہ دے دیا' کہ یہ کتاب منگوانی ہے اور اس کے مطالعہ واستفادہ کا اہتمام کرنا ہے' کیسے منگوائی جائے اس کا علم نہ تھا، اور نہ طریق کار معلوم تھا اور نہ ہمارے دیہاتی ماحول میں اس نوعیت کا کوئی واقعہ میرے سامنے وقوع پذیر ہوا تھا' کہ پہلے سے ایک مثال موجود ہوتی فہرست پڑھتا گیا آخر پر لکھا تھا' خط بھیج کر اپنی پسندیدہ کتابیں طلب کیجیے یا اس مفہوم کے قریب قریب کوئی جملہ تھا' بہر حال جو کچھ بھی تھا میں نے اپنی استعداد کے مطابق یہی سمجھا کہ خط لکھ کر بھیج دیا جائے تو کتابیں بھیج دی جائیں گی رہی ادائیگی قیمت' تو اس کا طریق ترسیل معلوم نہ تھا' خیال تھا کتاب آجائے گی تو لفافے میں بند کر کے اس کی قیمت بھی بھیج دوں گا' بہر حال خط لکھ کر بھیج دیا کہ مجھے "حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی" بھیج دی جائے' اور اپنا واپسی پتہ ایک دوکاندار کی معرفت بھیج دیا۔

کراچی سے وی۔ پی آ گئی :

ابھی دو ہفتے نہ گزرنے پائے تھے کہ مطلوبہ کتاب اپنی معرفت کے دوکاندار کے پاس پہنچ گئی' کوئی دوپہر کا وقت تھا کہ دوکاندار کا بیٹا گھر آیا تیزی سے دستک دی' احقر باہر نکلا تو دوڑ کر آنے کی وجہ سے اس بے چارے کا سانس پھول رہا تھا' کہنے لگا' ابا جی نے بھیجا ہے کراچی سے آپ کا کوئی پارسل آیا ہے' ڈاکیہ وہ پارسل ہمیں دیتا نہیں' کہتا ہے پندرہ روپے کی ادائیگی کرو گے تو پارسل مل جائے گا' مجھے اب بھی یاد ہے وہ کہہ رہا تھا کہ تمہاری وی۔ پی آئی ہے' ابا جی کہتے ہیں اندر سے تو کتاب لگتی ہے شاید اس کتاب کا نام وی۔ پی ہو' خود مجھے بھی علم نہیں تھا کہ وی۔ پی کیا ہوتی ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے تو کراچی سے ایک کتاب منگوائی تھی' خدا جانے یہ وی۔ پی کیا چیز ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

بات پندرہ روپے کی :

بہرحال جب اتنا معلوم ہوگیا کہ کراچی سے کتاب آئی ہے' تو دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں اماں جی مرحومہ کی خدمت میں تمام صورت حال عرض کردی' فرمایا بیٹے! پندرہ روپے اب کہاں سے لاؤں' ہرکارے (چٹھی رسان) کو سمجھادو' کہ یہ کتاب اپنے پاس رکھ لے جب بھی رقم میسر آئی ہم ادائیگی کردیں گے اور اگر وہ نہ مانے تو دوکاندار کو میری طرف سے عرض کردیجئے گا کہ اس کتاب کی رقم تم ادا کردو جب ہمیں اس کی رقم میسر آئی ہم ادائیگی کردیں گے اور کتاب لے لیں گے۔ مگر غربت بھی جرم ہے فقر و درویشی بھی جرم۔

ع صراحی چوں شود خالی جدا پیمانہ مے گردد

یااللہ ! اب کیا کیا جائے اور پندرہ روپے کہاں سے لائے جائیں میں نے اپنے حلقۂ تعارف واحباب میں خوب تگ ودو کی' مگر پندرہ روپے کا اعتماد کون کرتا' اس زمانے کے پندرہ روپے آج کے تین سو روپے کے برابر ہوتے ہیں۔ مسئلہ الجھ گیا میری پریشانی' انتظار اور اضطراب دیدنی تھا۔ اماں جی مرحومہ کا دل بھی پسیج کر رہ گیا اور رقم مہیا کرنے کی تدبیریں سوچنے لگیں' بہرحال جیسے تیسے دوسرے روز مجھے پندرہ روپے مہیا کردیے اور میں نے دی۔ پی چھڑالی' پیکٹ سے کتاب نکالی تو گویا جان میں جان آگئی اور دلِ بے قرار کو قرار حاصل ہوا' کتاب بڑی سائز کے **480** صفحات پر مشتمل تھی' گھر میں سب نے دیکھی' اماں جی مرحومہ نے دیکھی' اور پھر محلہ میں بات چلی گئی کہ عبدالقیوم کے پاس تو کراچی سے کتابیں آتی ہیں' اماں جی مرحومہ اس کتاب کا واقعہ اہل محلہ کے سامنے مزے لے لے کر بیان فرماتیں اور میں سنتا رہتا اور میری حوصلہ افزائی اور تشجیع ہوتی' دل گواہی دیتا تھا کہ واقعتہً کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

Marfat.com

گھر میں کتاب پڑھ کر سنانا :

چند روز گزرے تو اماں جی نے کہا بیٹے! کتاب تو تمہارے ہاتھ چارپائی پر اور سینے پر رہتی ہے' ہمیں بھی سنایا کرو' کہ اس میں کیا کیا لکھا ہے' امتحان کی یہ گھڑی بہت سخت تھی پھر اردو بھی سید مناظر احسن گیلانی کی' کتاب تمام تر تاریخ' فلسفہ' فقہ' سوانح' اجتہاد و استنباط اور سیاسات سے متعلق ہے' مجھ نو وارِد کے پلے کیا پڑتا۔

بالاستیعاب مطالعہ :

لیکن اماں جیؒ نے اصرار کیا اور بار بار اصرار کیا تو میں نے کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ شروع کر دیا اور وہ مقامات' جہاں آسان پیرائے میں واقعات' قصص' عبرت انگیز اور سبق آموز تحریریں تھیں' جو بآسانی میری سمجھ میں آسکتی تھیں' نشان لگا دیا' اب تو اماں جیؒ کا اصرار بڑھا اور مطالبہ اور اصرار ہونے لگا' تو میں روزانہ اپنے نشان کردہ مقامات میں سے ایک ایک کر کے سناتا رہتا اردو جملہ یا لفظ غلط پڑھتا' تو مرحومہؒ اصلاح فرماتیں ایک ایک واقعہ دسیوں مرتبہ مجھ سے کتاب پڑھوا کر سنا مگر پھر بھی سیری نہ ہوتی اور ان کا ایک ہی مطالبہ ہوتا کہ کتاب منگوائی ہے تو سنانا بھی ہوگی امام اعظمؒ کے کئی واقعات' حیرت انگیز واقعات بعض آئی کتاب سے مجھ سے پڑھوا پڑھوا کر انہیں یاد ہو گئے ان ہی واقعات میں سے بعض جو اماں جی مرحومہ کو زیادہ پسند تھے نذر قارئین ہیں۔

یہ تھیلی تمہارے ہی لئے ہے :

کوفہ میں ایک صاحب پہلے خوش حال تھے لیکن زمانہ کی گردش میں مبتلا ہوئے' آدمی غیرت وحمیت والے تھے' جس طرح گزر رہی تھی گزار رہے تھے' ایک دن ان کی چھوٹی بچی تازہ تازہ ککڑیوں کو دیکھ کر چلاتی ہوئی گھر آئی' ماں سے ککڑی لینے کے لئے پیسے مانگے'

Marfat.com

لیکن افلاس اس حدتک پہنچا ہوا تھا کہ ان ککڑیوں کے لئے بھی ماں پیسے نہ دے سکی' لڑکی کا باپ بیٹھا ہوا اس تماشے کو دیکھ رہا تھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور طے کیا کہ کسی سے امداد حاصل کرنی چاہیئے مورخین نے اس موقع پر لکھا ہے۔

کہ مجلس ''البرکتہ'' کا اس نے ارادہ کیا اور ''مجلس البرکتہ'' امام ابوحنیفہ کی مجلس کا نام تھا بہرحال آنے کی حدتک تو بے چارا کسی طرح ''مجلس برکت'' تک وہ آ گیا لیکن جس نے کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگا تھا اس کی زبان کھل نہ سکی' بار بار کہنے کا ارادہ کرتا لیکن طبعی شرم و حیا زبان کو روک دیتی آخر یوں ہی اٹھ کر چلا گیا لیکن امام کی نگاہ سے اس کی دل کی کیفیت کیسے چھپ سکتی تھی' لکھا ہے کہ اس کے چہرے سے امام نے تاڑ لیا کہ یہ بے چارہ کوئی حاجت مند ہے شرافت کی وجہ سے اپنی حاجت کہہ نہ سکا جب اٹھ کر جانے لگا تو امام صاحب بھی پیچھے پیچھے اس کے روانہ ہوئے' جس گھر میں داخل ہوا تھا اس کو خوب پہچان لیا جب رات بھیگ گئی تب امام صاحب اپنی آستین میں روپے کی ایک تھیلی جس میں کہا جاتا ہے کہ پانچ سو درم تھے، لے کر روانہ ہوئے اور اس کے دروازے پر پہنچ کر کنڈی کھٹکھٹائی' اندھیرا کافی تھا بے چارہ باہر نکلا' کہتے ہیں کہ امام صاحب اس کی دہلیز پر تھیلی رکھ کر الٹے پاؤں یہ کہتے ہوئے واپس آئے ''دیکھو تمہارے دروازے پر تھیلی پڑی ہوئی ہے یہ تمہارے ہی لئے ہے'' تھیلی تو اس نے اٹھالی لیکن پتہ نہ چلا کہ کون تھا جو اس کو طرح دے کر چلا گیا بیوی کے پاس گیا تھیلی کھولی گئی پانچ سو درم کے ساتھ ایک پرزہ ملا کہ ''ابوحنیفہ اس رقم کو لے کر تیرے پاس آیا تھا یہ حلال ذریعہ سے حاصل کی گئی ہے چاہیئے کہ اس سے اپنے قلب کی فراغت میں کام لو''۔

اولاد کے ساتھ علماء کا بھی حصہ :

امام ابوحنیفہؒ کا یہ عام دستور تھا کہ اپنے بال بچوں کے لئے جب کوئی چیز خریدتے

Marfat.com

تو مشائخ وعلماء کے لئے بھی وہی چیز ضرور خریدتے' خود اپنے لئے جب کپڑا بنواتے تو علماء کے لئے بھی جوڑے تیار کراتے' اسی طرح جس قسم کے فواکہ اور پھلوں کا موسم آنا ناممکن تھا کہ اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے خریدتے اور علماء کو بھی وہی پھل خرید کر نہ بھیجتے۔

حسن بن زیادؒ کے لئے وظیفہ :

حسن بن زیاد جو امام کے ممتاز تلامذہ میں ہیں کہتے ہیں کہ ''میں امام صاحب کے پاس پڑھا کرتا تھا' میرے والد ایک دن امام صاحب کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے کہ حضور! میری چند لڑکیاں ہیں' لڑکوں میں حسن کے سوا کوئی نہیں ہے' آپ ہی اس کو سمجھایئے کہ کوئی ایسا دھندہ اختیار کرے جس سے مجھے کچھ سہولت میسر آئے'' حسن کا بیان ہے کہ جب میں حاضر ہوا تو امام صاحب نے فرمایا کہ میاں حسن! آج تمہارے والد آئے تھے اور یہ یہ باتیں مجھ سے کہہ کر گئے ہیں اس کے بعد حسن سے امام نے فرمایا کہ میاں تم تو پڑھنے میں لگے رہو' میں نے کسی عالم کو بھوکے مرتے نہیں دیکھا ہے، حسن کا بیان ہے کہ امام نے اس دن سے میرے لئے کچھ ماہوار اس وقت تک مقرر کر دیا جب تک روزگار سے نہ لگ گیا۔

بہر حال یہیں سے میرے (احقر کاتب الحروف) کے اردو مطالعہ' اردو فہمی' ذوقِ مطالعہ اور اردو نویسی کی بنیاد پڑی آخر دسویں جماعت کا طالب علم تھا' اور دسویں کا طالب علم علامہ سید مناظر احسن گیلانی کی تحریر پڑھے بلکہ اس سے جبراً پڑھوائی جائے اور بار بار پڑھوائی جائے اور پڑھوانے والی اماں جی ہو تو اس کی اردو اَب نہ بنے گی تو کب بنے گی۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی یہ کتاب اب بھی میرے پاس موجود ہے اور اب اپنی تمام کتابوں کے ساتھ اس کتاب کو بھی جامعہ ابوہریرہ کی لائبریری کے لئے وقف کر دیا ہے بلکہ

Marfat.com

اس کتاب کے بار بار مطالعہ نے مجھے سید مناظر احسن گیلانی کا گرویدہ عاشقِ زار بنا دیا' مرحوم میرے !محبوب مصنف ہیں' ان کی تمام تصانیف تدوین حدیث' تدوین فقہ' ابوذر غفاری' مقالات احسانی' دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن ، النبی الخاتم' سوانح قاسمی اور معاشیات بار بار پڑھیں' اس طرح پڑھیں کہ حرز جان ہو گئیں ۔

بہر حال مذکورہ کتاب کے ابتدائی اوراق اور درمیان میں جگہ جگہ مختلف صفحات پر میرے بچپن کے قلم سے وہی کچھ لکھا ہوا ہے جو اس عمر کا اقتضا ہے' پھر اسی کی یہ برکتیں بھی ظاہر ہوئیں۔کہ مجھے اللہ پاک نے ''دفاع امام ابوحنیفہ'' ''امام اعظم کے حیرت انگیز واقعات'' ''علمائے احناف کے حیرت انگیز واقعات'' اور ''امام اعظم کا نظریہ انقلاب وسیاست'' لکھنے کی توفیق ارزانی فرمائی' اور اب عالم اسباب میں بظاہر یہ کام مجھ سے کرایا گیا لیکن اس کی بنیاد رکھنے کا کام اللہ تعالیٰ نے اماں جی مرحومہؒ سے لیا' میری تمام کتابوں کی طرح امام اعظم ابوحنیفہ اور حنفیّت پر لکھی گئی تمام تصنیفات بھی اماں جی مرحومہؒ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

ماں کا سب سے مقدّس رشتہ :

شائد آغازِ حیاتِ بشر ہی سے، جب سے رشتوں کے تقدس کا احساس قلبِ انسانی میں موجوں کی صورت میں ابھرنے لگا ماں کا رشتہ سب سے زیادہ مقدس ٹھہرا۔ جو مٹھاس ، وارفتگی ، ٹھنڈک اور اطمینان کی کیفیت اس رشتے سے وابستہ ہے کسی اور سے نہیں۔ماں کا لفظ محبت ورحمت کا بدل ہے۔ماں کا احترام انسانی معاشرے کی بقا کا دوسرا نام ہے، ماں کی بے احترامی انسانی معاشرے کیلئے تباہی ونامرادی کا پیغام ہے۔یہی وجہ ہے کہ انسانی معاشرے کے حکیموں اور طبیبوں نے ہر دور میں نوع بشر کو اس امر کی طرف

Marfat.com

متوجہ کیا ہے۔

اماں جی مرحومہ ومغفورہ کی یادوں پر مشتمل سلسلہ مضامین (ماہنامہ القاسم میں) میری مصروفیات اور اسفار کی وجہ سے رک گیا تو ملک و بیرون ملک سے اپنے مخلصین قارئین نے یاد دہانیاں کرائیں اور بہ اصرار اِسے جاری رکھنے کی تاکید فرمائی کہ اس سے انہیں اپنے والدین کی یادیں تازہ ہوتی رہتی ہیں۔

والدین کے لئے مغفرت کی دعا کا اہتمام :

ماں اور باپ دونوں محترم ہیں ایک کے نام کے ساتھ محبت گندھی ہوئی ہے تو دوسرے کے نام کے ساتھ شفقت۔ دونوں زحمتیں اٹھا اٹھا کر اولاد کو پروان چڑھاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انبیاء کی تعلیمات میں دونوں کا ذکر بالعموم اکٹھا آتا ہے، ہاں البتہ جب دونوں میں سے کسی ایک کا ذکر مقصود ہو تو ماں کو تقدم حاصل ہو جاتا ہے۔

قرآن حکیم میں بھی ماں باپ کے سامنے اُف کرنے اور انہیں جھڑکنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت نوحؑ کی دعائیں نقل ہوئی ہیں، وہ اپنی مغفرت طلب کرنے کے ساتھ ساتھ ماں باپ کے لئے بھی مغفرت طلب کرتے ہیں، حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا یہ معروف جملہ تو ہم ہر روز پڑھتے ہیں:

ربنا اغفرلی ولوالدیّ ..... پروردگار! مجھے بھی بخش دے اور میرے والدین کو بھی

قرآن حکیم بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے توسط سے جو دس احکام بنی اسرائیل کو دیئے ان میں سے پہلا شرک کی ممانعت کا تھا اور دوسرا والدین سے حسن سلوک کا۔

ماں باپ کو گالی دینا گناہِ کبیرہ ہے :

اماں جی مرحومہ ومغفورہ بچپن ہی سے سنایا کرتی تھیں کہ

Marfat.com

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہانِ کبیرہ میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے۔ حاضرین نے عرض کیا: کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں (اس طرح سے کہ) کسی دوسرے شخص کے ماں کو گالی دے تو وہ جواباً اس کی ماں کو گالی دے گا۔

اسی حدیث کو سامنے رکھ کر اماں جی مرحومہ ومغفورہ فرمایا کرتیں کہ بیٹو! اپنے ماں باپ کو کبھی گالی نہ دینا، ہم عرض کرتے، ہم کیسے یہ جرأت کر سکتے ہیں، فرماتیں! جب کسی کی ماں کو گالی دو گے تو وہ تمہاری ماں کو ضرور گالی دے گا''۔

مغرب میں خاندان کا تصور :

مغرب میں خاندان کے تصور میں جو توڑ پھوڑ ہوئی ہے اس سے ہر فرد تنہا ہو کر رہ گیا ہے، بے حیائی اور بدکاری نے لاکھوں کروڑوں انسانوں سے ماں باپ کی شفقت چھین لی ہے۔ اس سے معاشرہ جس فساد اور کرب کا شکار ہوا ہے' اس کا احساس آہستہ آہستہ مغرب کے معاشرہ شناسوں میں تقویت پکڑ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ عرصہ سے خاص طور پر Mother Day کا اہتمام کیا جانے لگا ہے۔ اس روز اولاد ماں باپ کے ساتھ دن گزارنے کی کوشش کرتی ہے اور ان کی خدمت میں تحفے پیش کرتی ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ سارے سال کی تنہائی اور طویل دورِ ہجر کی تلافی ایک دن کی اس نمائش سے نہیں ہو سکتی۔ شب و روز کی ماں کی محبتوں اور ٹھنڈی چھاؤں سے محرومی کا مداوا ایک دن کی چند گھڑیاں نہیں کر سکتیں ماں باپ کی صحبت میں کچھ وقت گزارنے اور ان کی

Marfat.com

شفقتوں کو سمیٹنے کی انسان کو ہر روز ضرورت ہوتی ہے۔ ہمارے شب وروز کی دکھوں پر دکھی ہو کر فریاد کرنے والی ماں، ہمارے گھر سے رخصت ہوتے ہوئے دعاؤں کے سائے میں رخصت کرنے والی ماں، گھر میں قدم رکھتے ہی بسم اللہ کہنے والی ماں اور ایک کانٹا چبھ جانے پر تڑپ اٹھنے والی ماں کیلئے سال بھر میں ایک دن؟ الا مان، انسانوں نے زندگی کو نمائش رسوم، ظاہری قوانین اور خود فریب آداب کا اسیر کرلیا ہے۔ زندگی اپنی فطری روش پر ہو ماں باپ کو Old People homes کے حوالے کرنے کا عذابِ انگیز فیصلہ ہرگز نہ کیا جائے۔

ماں کی عظمت کے پہلو تو طرح طرح سے کھلتے ہیں۔ ہم دو مثالیں خدائے بے عدیل کے کلام بے مثال سے عرض کرتے ہیں۔

ماں کی مشقتیں :

قرآن حکیم میں ''والدین'' کا ذکر عموماً اکٹھا آیا ہے۔ دونوں سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، دونوں کے سامنے ''اُف'' تک کہنے کی ممانعت کی گئی ہے لیکن ایسے احکام کی دلیل پیش کرنے کی نوبت آئی تو ماں کی زحمتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ماں جو تکلیفیں اولاد کی پرورش میں جھیلتی ہے اس کی طرف توجہ دلا کر اولاد کے انسانی جذبوں کو انگیخت کیا گیا ہے۔ سورۂ احقاف کی یہ آیت ملاحظہ فرمایئے:

وَ وَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡهِ اِحۡسٰنًا حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ کُرۡهًا وَّ وَضَعَتۡهُ کُرۡهًا''۔ (الاحقاف:۱۵)

''اور ہم نے انسان کو اس کے اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کی، اسے اس کے ماں نے درد جھیلتے ہوئے اپنے بطن میں اٹھائے رکھا اور پھر عالم کرب میں اسے جنا۔''

Marfat.com

سورہ لقمان میں بھی ایسی ہی کیفیت ہے۔آیت پر نظر کیجئے :

''وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ''۔(لقمان:۱۴)

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے حسن سلوک کی نصیحت کی، اسے اس کی ماں نے درد پر درد جھیل کر اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھا۔

کمزوری، نقاہت، درد اور صدمے۔۔۔۔ماں اپنے بچے کے لئے کس کس عالم سے گزرتی ہے، کیا کیا غم جھیلتی ہے، اسے دیکھنا اسے سمجھنا روزمرہ ہے لیکن حیرت ہے انسان کو پھر بھی یاد دلانا پڑتا ہے، متوجہ کرنا پڑتا ہے، خاص طور پر ماں جو غم زیادہ سہ جاتی ہے اور شکوہ سنج کم ہوتی ہے، درد زیادہ جھیل لیتی ہے، آہ لب پر کم لاتی ہے، انسان کی زیادہ توجہ اور محبت کی محتاج ہے۔شائد اسی لئے مثال اسی کی دی گئی ہے۔

والدہ کے ایک سانس کے حق کی ادائیگی بھی نہیں ہوسکتی :

بعض افراد واقعۃً اپنے ماں باپ کے لئے زحمتیں اٹھاتے اور مشقتیں جھیلتے ہیں، اپنے لباس پر ان کے لباس کو اور اپنی غذا پر ان کی غذا کو ترجیح دیتے ہیں۔ان کے علاج معالجے کیلئے تگ ودو کرتے ہیں۔بعض تو ان کے نام پر شفاخانے بنادیتے ہیں، غریب پروری کرتے ہیں یہ سب امور قابل قدر ہیں، نتیجہ بخش ہیں اور ان شاء اللہ پروردگار کے ہاں باعثِ اجروثواب ہیں لیکن کیا اس طرح سے ماں باپ کا حق ادا ہوجاتا ہے؟ اس سلسلے میں ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کتنے پردے اٹھادیتا اور کتنے پرت کھول دیتا ہے۔

غور کیجئے گا! ایک شخص اپنی والدہ کو کمر پر اٹھائے طواف کعبہ کروا رہا تھا۔اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں نے اس طرح خدمت کرکے اپنی والدہ کا حق ادا کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سانس

Marfat.com

کا بھی حق ادا نہیں ہوا۔

اس آئینہ میں وہ افراد اپنا چہرہ ضرور دیکھ لیں جو ماں باپ کے کسی کام آ کر اِترانے لگتے ہیں اور احسان جتلانے لگتے ہیں۔قرآنی تعلیم تو یہ ہے کہ کسی عام انسان پر جس نے کبھی آپ سے حسن سلوک نہ بھی کیا ہو،اس پر بھی احسان کر کے مت جتلاؤ۔ عرفائے الٰہی کے نزدیک نیکی کر کے اسے جتلانے سے نیکی ضائع ہو جاتی ہے۔ایسے میں والدین کی بے ریا اور بے پناہ نیکیوں کا عوض ادا کرنا انسان کے بس میں نہیں لہٰذا آپ ان کیلئے جو زحمت اٹھائیں یقین رکھیں کہ :

ع حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اماں جی مرحومہ ومغفورہ کے مبارک تذکرہ اور سیرت وسوانح کے حوالے سے ایک واقعہ رہ رہ کر یاد آتا اور حافظہ کی سکرین پر اُبھر اُبھر کر سامنے آتا ہے ترتیب وتسوید کے لحاظ سے اسے پہلے اور بہت پہلے آ جانا چاہئے تھا مگر یہاں ترتیب مقصود نہیں' تذکرہ' تاریخ اور علمی زندگی کے لئے ترغیب مقصود ہے میرا یہ سلسلۂ تحریر' نہ کوئی مستقل تصنیف ہے نہ تذکرہ' نہ سوانح اور نہ کوئی مرتب تاریخ ہے' جذبات ہیں' یادیں ہیں' محبتیں ہیں' شفقتیں ہیں یادیں آتی ہیں تو رلاتی ہیں اور جب جذبات بے قابو ہو جاتے ہیں تو قلم کے آنسو بن کر صفحۂ قرطاس کی زینت بن جاتے ہیں .....

ٹپک پڑتے ہیں آنسو جب تمہاری یاد آتی ہے
یہ وہ برسات ہے جس کا کوئی موسم نہیں ہوتا

اور دکان واپس کر دیا :

والد مرحوم کا انتقال ہوا' ورثے میں ایک چلتا ہوا دکان بھی چھوڑ گئے دکان غیر کا تھا

Marfat.com

مگر دکان کا سامان والد مرحوم کا' مالکِ دکان کے پاس نہ تو کوئی رسید تھی نہ مالکانہ حقوق کی سند' نہ وصولی کرایہ کی پرچی اور نہ کرایہ کے معاہدہ کا کوئی وثیقہ' ادھر گھریلو حالات اور معاشی ضروریات کا تکفّل ناگفتہ بہ تھا ایسے حالات میں لے دے کر دکان پر نظر پڑتی تھی' دکان میں جو سامان موجود تھا سب بیچ ڈالا اور گھریلو ضروریات پورے کرنے کے لئے جب وہ سارا سامان ختم ہوگیا اور حالات مزید بھی نازک ہوگئے تو مہربان' مشیر' ہمدرد' بہی خواہ' دانشور' عدالتوں کے ماہرین' قانونی تجربہ کار سب اپنے بن گئے ان کے مگرمچھ کے ٹسوے دیکھ دیکھ کر بظاہر دل گواہی دیتا تھا کہ یہ لوگ واقعۃً ہمارے بہی خواہ ہیں انہیں یتیموں سے محبت ہے' بیواؤں پر شفقت ہے انہیں اللہ کی رضا اور جنت مطلوب ہے' سب نے کہا یہ دکان مدتوں تمہارے والد صاحب کے پاس رہی قبضہ ان کا قانونی حق ہے اور موجودہ عدالتی نظام میں قبضہ ملکیت کا پیش خیمہ ہے یہ دکان ہرگز واپس نہ کی جائے' ان کے پاس اپنی ملکیت اور پھر کرایہ کے لئے دینے پر کوئی قانونی ثبوت نہیں ہے' مقدمہ لڑکر جیت جائیں گے اور دکان تمہارے غربت کے ایام میں کفالت کا ذریعہ بن جائے گی ان کی دل پسند اور رنگ آمیز باتیں مجھ کمسن اور یتیم کے دل کو موہ لیتی تھیں جب والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان لوگوں کے دکھائے ہوئے سبز باغ اسے دکھاتا۔ فرماتیں :

بیٹا! میں جانتی ہوں دکان ہماری نہیں ہے، ملکیت نہیں ہے آپ کے والد نے کرایہ پر لی تھی جب ہم کرایہ ادا نہیں کر سکتے اور دکان میں کوئی کام کرنے والا ہی نہیں ہے تو واپس کر دینی چاہئے آخر خدا کو جواب دینا ہے بیٹے! ان لوگوں کی باتوں میں نہ آنا' یہ ناجائز مقدمات میں پھنسا دیتے ہیں' ہمیں پرائے مال کی کیا ضرورت ہے آخر اپنے والد مرحوم کی قبر کو آگ سے کیوں بھرتے ہو' بیٹا جلدی سے معززین کو بلاؤ اور ان کے سامنے دکان واپس کر دو' ہمارا

Marfat.com

رازق بھی اللہ ہے مالک بھی اللہ ہے اب صبر کرو صبر' صبر' دے گا ضرور اللہ دے گا اور چھت پھاڑ کر دے گا''۔

اس موقع پر شعر یاد آ گیا واہ کتنا برموقع برمحل اور غالباً شاعر نے اس روز اور اسی کیفیت کے لئے کہا تھا گویا نگینہ کو انگشتری مل گئی .....

گلہ نہیں جو گریزاں ہیں چند پیمانے
نگاہِ یار سلامت ہزار میخانے

پھر ایک روز اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے سب بچوں کو اکٹھا کر کے فرمایا :

''بیٹو! تمہارے والدِ مرحوم نے انتقال کے وقت فرمایا تھا کہ یتیموں کا اصل سہارا خود پروردگار بن جاتے ہیں'' میرا تو اپنے ربّ پر یقین ہے کہ وہ ہم سب کو رزق حلال دے گا۔ یہ دکان پرائی ہے اور خود ذاتی طور پر میں جانتی ہوں پرائی ہے، پرایا مال کھانا حرام ہے اور حرام اگر لاکھوں کا آئے تب بھی حرام ہے اور اس بے چارے دکان سے تو چند ٹکے ملیں گے اور اس سے کیا بنے گا، کروڑوں کے حرام کو بھی بقا نہیں ہے، لہٰذا میں چاہتی ہوں کہ یہ دکان مالکِ دکان محترم سید کلال کو واپس کر دوں۔ ہم سب بچوں نے تائید کی تو اماں جی مرحومہ خوش ہو گئیں۔ دوسرے روز مالکِ دکان کو اپنے گھر بلایا، وہ ڈیوڑھی میں آ کر کھڑے ہو گئے، اماں جی مرحومہ نے اوٹ کے پیچھے کھڑے ہو کر اپنی دو ماہہ تاخیر پر ان سے معافی مانگی، والدِ مرحوم کے ذمہ دو ماہ کے بقایا کرایہ جات کی ادائیگی کی ذمہ داری لی جو مالکِ دکان نے معاف کر دیئے۔ اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے انہیں دکان کی چابی حوالے کر دی اور اس طرح اللہ کریم نے ہم لوگوں کو حرام کی آمد و کمائی کے کھانے سے محفوظ رکھا، واجرھم علی اللہ''۔

Marfat.com

یہ سب اماں جی مرحومہ کا خلوص تھا جس نے اس کی اولاد کو حرام کی آمدنی وغذا سے محفوظ رکھا اور مجھے یقین ہوگیا کہ خلوص روشن محلوں میں رہنے والوں کی نسبت تاریک جھونپڑوں میں پرورش پائے ہوئے انسانوں میں زیادہ ہوتا ہے۔

بہرحال ایسا ہی ہوا' دکان واپس کردی گئی اماں جیؒ واپسی کے روز اتنی خوش تھیں جیسے انہیں جنت کا پروانہ مل گیا ہو' فرماتی تھیں خدا کا شکر ہے کہ ہم لوگوں کی باتوں میں نہیں آئے اور اللہ کا شکر ہے کہ آج والدمرحوم کو قبر میں سکون نصیب ہوا ہوگا ..... ؎

ہزاروں دیپ جلا کر جو آپ بجھ جائے
ہم اس چراغ کے بجھنے کا غم نہیں کرتے

والدمرحوم کے قرض ادا کردیئے :

والدمرحوم کی گلوخلاصی اماں جی مرحومہ ومغفورہ کی مساعی کا اولین ہدف تھا دکان کے کام کی وجہ سے والدمرحوم مقروض ہوگئے تھے انتقال ہوگیا مگر قرضہ ادا نہ ہوسکا وراثت میں دوتین گائیں بھی رہ گئی تھیں ان کا دودھ فروخت کرکے گھریلو ضروریات کی تحصیل اور قوتِ لایموت حاصل ہوجایا کرتا تھا ایسے میں ان سیٹھوں نے اپنے قرض کی وصولی کا مطالبہ کردیا جن سے ابا جی مرحوم دکان کا سامان لایا کرتے تھے۔

ان کے قاصد بار بار آتے تو ہم بچے لوگ گھبرا گئے اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں وہ تو اپنا حق مانگتے ہیں اور انہیں حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے حق کا مطالبہ کریں' مسئلہ یہ نہیں کہ وہ کیوں اپنے حق کا مطالبہ کرتے ہیں مسئلہ یہ ہے کہ ہم کس طرح ان کا حق ادا کرکے آخرت میں ابا جی مرحومؒ کی گلوخلاصی کرسکتے ہیں' جب قرائن سے معلوم ہوا کہ قرض خواہ ایک ہفتہ بعد آنے والے ہیں تو اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے ایک ہفتہ میں

Marfat.com

گائیں فروخت کر دیں جب قرض خواہ پہنچے تو ان کی مطلوبہ تمام رقم 'نقدی کی صورت میں ان کے ہاتھوں میں تھما دی۔

ہم بچے لوگ پریشان تھے عرض کیا اماں جیؒ، کچھ روز ان لوگوں کو ٹرخاتے' ہم لوگ گائے اور دودھ کے مزے اڑاتے وہ ہمیں غریب اور نادار سمجھ کر معاف کر دیتے ارشاد فرمایا بیٹے! پرائی چیز پرائی ہوتی ہے آخر ابّا جان کی بھی گلوخلاصی کرنی ہے پرائی دولت پر مزے اڑانا کب کی عقلمندی ہے گھر کی ٹوٹی چارپائی غیروں کے قالینوں سے بہتر ہے غالباً اسی موقع کے لئے کسی نے کہا تھا .....

اپنی مٹی پہ ہی چلنے کا طریقہ سیکھو
سنگِ مرمر پہ چلو گے تو پھسل جاؤ گے

علماء سے محبت :

1971ء میں' میں نے دسویں کا امتحان دیا' 70ء' 71ء کے الیکشن کا زمانہ تھا۔ قائدِ ملت مولانا مفتی محمودؒ اور ضیغم اسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کی علمی اور روحانی اور سیاسی عظمتوں کے چرچے تھے۔ میں بھی اپنے استاذ مولانا صاحبزادہ عبدالحلیم مرحومؒ (چودھوان) کی صحبت وقربت کی برکت سے جی ٹی آئی سے وابستہ ہوگیا اور الیکشن کے ایام میں کمسن ہونے کے باوجود ایک ذمہ دار کارکن کی حیثیت سے کام کیا۔

حضرت درخواستیؒ' مولانا مفتی محمودؒ اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ میری آئیڈیل شخصیتیں تھیں۔ گھر میں' احباب میں' اپنے معاصر دوستوں میں بس ان کے علمی کمالات کا چرچا رہتا تھا۔ میری باتیں سن سن کر اماں جی مرحومہ ومغفورہ خوش ہوا کرتی تھیں اور گھر میں کہا کرتیں' شکر ہے کہ اپنے بیٹے کا تعلق علماء کے ساتھ ہے"۔

Marfat.com

علماء کے لئے قربانی اور ڈیوٹی :

الیکشن کے ایام میں، میں بے حد متحرک تھا۔ کچھ میری وجہ سے اور اصلاً اپنی طبعی افتاد کے پیش نظر اماں جی مرحومہ ومغفورہ، مولانا مفتی محمودؒ کے لئے قومی اسمبلی اور مولانا قاضی عبداللطیف کے لئے صوبائی اسمبلی کے خواتین بوتھ میں الیکشن ایجنٹ کے طور پر کام کرنے کے لئے آمادہ ہوگئیں اور بڑی جرأت مندی سے ڈیوٹی ادا کرتی رہیں۔ پھر ایک مرحلہ ایسا بھی آیا کہ بوگس پولنگ اور پی پی پی کے بعض خواتین کے بے جا حرکات پر جب احقر نے اپنے رفقاء سمیت بھرپور نوٹس لیا اور ہم لوگ پولنگ بوتھ پر آخری اقدام تک کے لئے تیار ہوگئے۔

حکیمانہ مشورہ :

اور ایک موقع پر جب پولیس کی بندوقیں مجھ پر تن گئیں تب بھی اماں جی مرحومہ و مغفورہ نہ تو گھبرائیں نہ پریشان ہوئیں بلکہ پامردی، صبر وتحمل اور تدبر سے کام لیتے ہوئے مجھے حوصلہ اور تحمل کی تلقین کی اور فرمایا:

''بیٹا! اشتعال سے کام نہ لو، انتقام کے لئے آگے نہ بڑھو، اندر خواتین میں جس انداز سے میں کام کر رہی ہوں اور جمعیت کے حق میں جو بہترین اور نافع پولنگ ہو رہی ہے، جنگ وجدال اور آویزش اور ہمارے اشتعال میں آجانے سے وہ بھی ختم ہو جائے گی۔ فرمایا: بیٹے! یہ بھی دشمن کی چال ہے، تمہیں اُلجھا دے، خواتین کو ڈرا اور دھمکا دے اور اندر اندر اپنا کام پورا کر لے''۔

مجھے اب بھی وہ منظر اور اماں جی مرحومہ ومغفورہ کا حوصلہ، تدبر اور حکیمانہ مشورہ یاد آتا ہے تو دل عش عش کر اٹھتا ہے اور بے اختیار دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ بعد میں

Marfat.com

حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے اماں جی مرحومہ ومغفورہ کے بے باکانہ اور مجاہدانہ کردار پر انہیں توصیفی تحریر اور ایک دوپٹہ بھی بھیجا تھا۔ فرمایا کرتیں:

''بیٹا! یہ علماء اور حضرت مفتی صاحب کے مبارک ہاتھوں کی چیز ہے' دنیا میں بھی پردہ ہے اور آخرت میں بھی گناہوں کے پردہ کا ذریعہ بنے گا''۔

تحصیلِ علمِ دین کی اجازت :

میٹرک پاس کرنے کے بعد گھریلو حالات' خاندانی اور علاقائی روایات کے مطابق مجھے بھی بہر حال ملازمت کر لینی چاہئے تھی۔ والد مرحوم کی وفات کے بعد گھر کی تمام ذمہ داریاں میرے سر پر تھیں مگر مجھے تحصیل علم دین کا ذوق ملازمت اور نوکری سے روک رہا تھا۔ اماں جی مرحومہ ومغفورہ کا خیال اور ارادہ یہی تھا کہ مجھے گھریلو معاشی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے نوکری کرنی چاہیئے۔ اس کے سامنے علم دین کی وسعتیں' عظمتیں اور نصابِ تعلیم کی وہ جامعیت اور حقیقت نہیں تھی جو درس نظامی کے طلبہ' علماء اور اساتذہ جانتے ہیں۔ مگر میرے شوق' بار بار تحصیلِ علم دین کے عزائم کا اظہار بلکہ بے چینی اور اضطراب کی حد تک علم دین کی تحصیل کے لئے دینی مدارس کا ذکر' انتخاب' ایک ایک سے مشورہ اور گھر میں اس کا تذکرہ۔ جب اماں جی مرحومہ ومغفورہ دیکھتیں اور سنتیں تو خوش ہوتیں۔ فرماتیں:

''بیٹے! اگر واقعتہً تم علم دین کی تحصیل کے لئے سنجیدہ ہو اور شوق ہے تو بیٹا! میں یا میری ضروریات اور گھریلو تقاضے اور حالات کبھی اس کے لئے رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ بیٹے! علم دین پڑھ لو گے اور کچھ نہ سہی ہماری نجات کا وسیلہ تو بن جاؤ گے''۔

Marfat.com

بہرحال مجھے اجازت مل گئی اور میں تحصیل علم دین کی غرض سے اپنی درسگاہ کے انتخاب کی تگ ودو میں لگ گیا۔ تحصیل کلاچی کی قدیم دینی درسگاہ مدرسہ عربیہ نجم المدارس (کلاچی) میری اولین مادر علمی قرار پائی۔ گھریلو حالات' خاندانی امور' معاشی چیرہ دستیاں اور یتیمی ومظلومیت چولی دامن کے ساتھ کی طرح میرے ساتھ لگے ہوئے تھے۔

ایک دردناک کہانی :

اور آج اسے حسن اتفاق ہی کہئے کہ عزیز القدر محمد طاہر سلمہ میرے پاس جو کتاب پڑھنے آئے تو وہ ''حکیم محمد سعید شہیدؒ کی زندگی کی کہانی خود ان کے زبانی ہے'' اور آج جو سبق پڑھا اس کا عنوان ''ایک دردناک کہانی'' ہے۔ بچے کو پڑھایا' حدیث دیگراں میں سر دلبراں' کے طور پر نذر قارئین ہے۔ کچھ نام اور اشارے بدل دیئے جائیں تو یہی اماں جیؒ کی داستان بھی ہے اور اپنی آپ بیتی بھی.....

''نونہالو! میں تم کو ایک کہانی ضرور سناؤں گا۔ میرے والد کا انتقال ۱۹۲۲ء میں ہوگیا۔ میں تو دو سال ہی کا تھا۔ بھائی عبدالوحید سات سال کے تھے۔ بڑے بھائی عبدالحمید ۱۲ سال کے تھے۔ ہمدرد دواخانہ تو اس وقت بہت بڑا تھا۔ میری والدہ پردہ دار خاتون تھیں اور اب تنہا تھیں۔ خاندان کے مسائل پیدا ہوئے۔ میرے دادا رحیم بخش صاحب نے ہمدرد پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا' میرے چچا اپنے والد کے ہم نوا تھے۔ بات اس قدر بڑھی کہ ان دونوں نے میری والدہ کو گھر سے باہر نکال دیا۔ ان کو سخت ایذائیں پہنچائیں۔ اس شدید حالت میں میری والدہ نے بڑی ہمت سے کام لیا۔ انہوں نے اپنے بھائی حافظ نور محمد سے مدد لی اور ہمدرد کے ایک خادم اور میرے والد کے رفیق منشی

Marfat.com

مشرف علی بدایونی بھی مددگار ہوئے اور بڑی مشکل سے ہمارے دادااور چچادست بردار ہوئے۔ان کا کہنا تھا کہ میرے بیٹے اور میرے بھائی کا کاروبار ہے' مالک ہم ہیں۔حالانکہ ان کا کوئی حق نہ تھا۔انہوں نے میری والدہ کی بڑی بے عزتی کی تھی۔میری والدہ نے یہ حالات ہم تک پہنچائے۔ اس لئے ہم اپنے دادا اور اپنے چچا سے دور رہتے تھے۔مگر میری والدہ محترمہ نے حالات کو سنبھال لیا۔اگر وہ ہمت نہ کرتیں اور پردے میں رہ کر کاروبار پر نگاہ نہ رکھتیں تو ہمدرد باقی نہ رہتا۔ہمارے خاندان کی یہ ایک بڑی دردناک کہانی ہے۔میری والدہ نے بڑی جرأت مندانہ زندگی گزاری ہے۔وہ نہ صرف ہمدرد پر گہری نگاہ رکھتی تھیں بلکہ خاندان کی وہ لیڈر بھی تھیں۔کیا مجال کوئی ان کی بات ٹال دے۔خاندان کے اکثر فیصلے وہی کرتی تھیں۔ان کی مرضی کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھ سکتا تھا''۔

بعینہٖ کچھ ایسا ہی قصہ ہمارا بھی ہے۔والد مرحوم کی وفات کے بعد اپنے خاندانی بزرگ اپنے نہیں رہے تھے۔جرم یتیمی تھا، ہم بہن بھائیوں کی تعلیم وکفالت سے لے کر اجتماعی اُمور وحفاظت تک کی تمام ذمہ داریاں بظاہر اسباب اماں جی مرحومہ کے سر تھیں، وہ بچوں کی ماں بھی تھیں' گھر کی منتظمہ بھی' اولاد کی مربیہ بھی' اہل محلّہ کے بچوں اور بچیوں کی معلّمہ بھی، سوسائٹی کی ایک معزز رکن بھی اور زمینداری کے اُمور میں ماہرہ بھی' زمینوں کے کاشت سے حصولِ فصل تک کے تمام مراحل خود عبور کرتیں، زمینوں کے فرد' گرداوری کے کاغذات سے لے کر مقدمات کی فائلوں تک کو خود سمجھتی بھی تھیں اور حکمت وتدبیر سے یہ اُمور اس میدان کے لوگوں سے حل کرالیا کرتی تھیں۔

Marfat.com

لاعلاج کینسر کا کامیاب معالجہ

احقر کے چھوٹے بیٹے حافظ محمد طاہر کو 1995ء میں شدید اور بظاہر لاعلاج کینسر کا مرض لاحق ہوگیا تھا۔ ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق ایک فیصد بچنے کی امید بھی نہیں تھی۔اس موقع پر پروردگار کی قدرت کا کرشمہ اور والدہ کی خدمت کو بچے کے معالجے پر ترجیح کے ثمرات ظاہر ہوئے اور خرقِ عادت کے طور پر بچہ کینسر کے جان لیوا مرض سے شفایاب ہوگیا۔اس موقع پر احقر نے اپنے مہربان دعا گو اور بزرگ عالم دین حضرت مولانا حافظ ابراہیم بن احمد ایمجی مدظلہٗ (لندن) کو مفصل خط لکھا تھا جو اب ریکارڈ میں مل گیا۔ ذیل میں اسے بھی شریکِ اشاعت کیا جارہا ہے، اللہ کریم سب کو والدہ کی خدمت وقدم بوسی کی سعادت سے مالا مال فرمائے اور دنیا وآخرت کی مشکلات رفع ہوں۔

مکرمی ومحترم المقام جناب مولانا ابراہیم ایمجی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

اُمید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے

آپ حضرات کی دعائیں، توجہ اور قلبی میلان تھا کہ اللہ کریم نے بظاہر وسائل کے قطعی انقطاع کے باوصف والدہ محترمہ کو حج بیت اللہ کی توفیق ارزانی فرمائی اور مجھے ان کی

Marfat.com

دعاؤں کے صدقے ان کی خدمت کا موقع عطا فرمایا۔آپ کی پر خلوص دعاؤں کے
صدقے احقر کو سفرِ حج میں والدہ کی خدمت کی سعادت حاصل ہوئی، والدہ ماجدہ نے بچ
اور احقر نے سفرِ حج کے تمام مقدس مقامات پر خصوصیت سے اپنے والدین، اساتذہ، مربیہ
اور محسنین کی طرح آپ حضرات و جملہ اہل خاندان کو بھی اپنے دعاؤں میں یاد رکھا۔

میرا چھوٹا بچہ محمد طاہر شدید بیمار تھا اور اسے دائیں پاؤں میں کینسر کی شکایت
تھی۔ جمعہ کے روز (جبکہ اتوار کو روانگی تھی) اسلام آباد کمپلیکس، اسلام آباد سی ایم ایچ ا
ارنم ہسپتال پشاور اور دیگر تمام ڈاکٹروں اور اپنے بہی خواہوں کی یہ متفقہ رائے تھی کہ بچ
کا پاؤں فوراً کاٹ دینا چاہیئے اور وہ اس میں کوئی ایک بال برابر کی گنجائش اور ایک دو منٹ
کی تاخیر کے لئے روادار نہ تھے۔ احقر کو ابھی تک حج کی منظوری کی اطلاع نہیں ملی تھی او
اسی کشمکش میں تھا کہ بچہ شدید علیل ہے اور ایک عذر معقول ہے۔ والدہ ماجدہ کے سامنے بھی
یکم اپریل سے مسلسل بچے کی شدید علالت کا ذکر ہوتا رہا اور ڈاکٹروں کی رائے کا بھی (تا ہم
بچے کے مرضِ کینسر اور اس کے لاعلاج ہونے کو خفیہ رکھا گیا والدہ کو اس سے آگاہ نہیں کیا)
ہم چاہتے تھے کہ والدہ محترمہ کی زبان سے خود یہ نکلے کہ بچے کی شدید علالت کے پیش نظر حج
کا پروگرام ملتوی ہو جانا چاہیئے مگر آخر تک والدہ محترمہ کی منہ سے ایسا کلمہ نہیں نکلا بلکہ ان
کا اصرار تھا کہ اسے اس سال حج کرا دینا چاہیئے اور جب جمعہ کے روز ڈاکٹروں کے قطعی
فیصلے آ گئے کہ پاؤں کٹنا چاہیئے، ہفتے کے روز ہم اسی پریشانی میں تھے کہ ادھر سے حج کی
منظوری کی اطلاع بھی آ گئی۔

ایک مرتبہ دل میں یہی فیصلہ کیا کہ ایسی شدید ترین صورتِ حال میں جب
شریعت بھی انسان کو معذور قرار دے تو حج کا پروگرام ملتوی ہونا چاہیئے، التوا کے فیصلہ سے

Marfat.com

والدہ بھی ناراض نہ ہوں گی جب اسے بتادیا جائے کہ ڈاکٹر نے بچے کا پاؤں کاٹنے کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر کینسر کہ اس مریض کا پاؤں نہ کاٹا گیا تو اس کی زندگی خطرے میں ہے مگر اسی لمحے دل میں خیال آیا اور قوی تر ہوتا چلا گیا کہ شاید اگلے سال والدہ کی خدمت کا موقعہ نہ مل سکے ان کی علالت اور صحت اس کی اجازت نہ دے۔

ایک اپنے مہربان دوست پروفیسر افضل رضا صاحب نے کہا کہ آپ قبلہ اور کعبہ جارہے ہیں دوسرا قبلہ والدہ ہے تو پھر پریشانی کیوں؟ سب کچھ خدا پر چھوڑ دیجیئے، بس یہ خیال اتنا پختہ ہوگیا کہ دوسرے خیالات کی طرف توجہ ہی نہ رہی اور دل میں بچے کی مقابلہ میں والدہ کی خدمت کو ترجیح حاصل ہوگئی مگر والدہ ماجدہ کو ڈاکٹروں کی یہ رائے نہیں بتائی کہ بچہ کی شدید علالت اور خطرناک کینسر کا علم ہو کر اس کا حج خراب نہ ہو، اہلیہ کو بھی نہیں بتائی کہ وہ فوراً رونا دھونا اور ماتم شروع کردے گی صرف میرا بھانجا حافظ حبیب الرحمٰن اس راز سے باخبر تھا۔ اسی روز اپنے خاندانی بزرگ بزرگوارم جناب الحاج شیر علی خان صاحب کو خط لکھ دیا اور بڑی ہمشیرہ بھی پہنچ گئیں۔ ان کو بھی ڈاکٹروں کا یہ فیصلہ نہیں بتایا۔ البتہ ارنم ہسپتال کے ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر شیر محمد خان صاحب کو خط لکھ دیا کہ میرے بچے کو ہسپتال میں داخل کردو اخراجات جو بھی آئیں ہم برداشت کرتے رہیں گے مگر پاؤں کاٹنے کی اجازت نہیں ہے اور یہ بھی ڈاکٹروں سے معلوم ہوا تھا کہ ارنم کے معالجے پر کم از کم ڈیڑھ دو لاکھ روپیہ خرچ آئے گا۔ ہم اتوار کے روز سفر حج پر روانہ ہوئے، یہ غالباً یکم مئی تھی۔

۱۲ مئی کو ارکانِ حج سے فارغ ہوئے تو مدینہ منورہ کے لئے روانگی ہوئی مگر میں خدا گواہ ہے طواف، عرفات، مزدلفہ، منی کسی بھی مقام پر مناسک اور عبادت پر توجہ نہ دے سکا۔ ہر طواف میں یہی دعا کرتا رہا یا اللہ! گناہوں کا تحفہ اور والدہ کا وسیلہ لایا ہوں اور کچھ بھی

Marfat.com

نہیں، پھر جب مدینہ منورہ میں اپنے ایک بزرگ' صوفی عبدالمالک صاحب بنگلہ دیشی (عمر ۹۰ سال) کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ میرے دعا گو بھی ہیں اور بزرگ بھی، جب بھی جاتا ہوں تو ان سے ملاقات ہوتی ہے۔ بعض اوقات ان کے ہاں قیام بھی ہوتا ہے دعاؤں سے، توجہات سے نوازتے ہیں اور بعض خصوصی عنایات سے بھی نوازا ہے، ان کے ہاں حاضری ہوئی، انہوں نے دسترخوان رکھا، ضیافت کا اہتمام کیا۔

اس دوران اچانک فرمایا حقانی صاحب! میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور میں خواب بہت کم دیکھتا ہوں۔ خواب یہ ہے کہ مستشفیٰ العام (ہسپتال) مدینہ منورہ میں ایک ڈاکٹر صاحب ہیں اور ان کے ساتھ کچھ لوگ ہیں، ایک سات آٹھ سال کا بچہ لایا گیا تو بتایا گیا کہ اس کا پاؤں کاٹنا ہے، میں نے کہا اس کا پاؤں نہ کاٹو، اس کا پاؤں نہ کاٹو، اس کا پاؤں نہ کاٹو اور اس بچے کو چھوڑ دو، اس کے بعد میں بیدار ہو گیا، انہوں نے مجھ گنہ گار سے پوچھا اس کی کیا تعبیر ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت! تعبیر ہو گئی۔ فرمایا کیسے ہو گئی، میں نے سارا پس منظر سنایا اور اپنی آپ بیتی بھی سنائی بلکہ اس سے قبل نہ تو ان کو اس قصہ کا علم تھا اور نہ انہیں کچھ کہا گیا تھا، پھر انہوں نے دعا کر دی اور بڑی دیر تک تضرّع اور الحاح سے دعا کرتے رہے پھر فرمایا ٹیلیفون کرو پاکستان کو، میں نے فوراً رابطہ کیا تو حافظ حبیب الرحمٰن (بھانجے) نے بتایا کہ بچہ ارنم ہسپتال پشاور میں داخل ہوا اور چند روز کے بعد ڈاکٹروں کی رائے بدل گئی اور کہا کہ اب پاؤں کاٹے بغیر بھی علاج ممکن ہے، بیماری کنٹرول ہو گئی ہے، اب بچہ ہسپتال سے جین ہو کر گھر آ گیا ہے اور ٹھیک ہے۔ میرے دل نے نہ مانا، پھر بچے سے میری بات کرائی گئی تب تسلی ہوئی۔

اس کے بعد والدہ ماجدہ کو حرم شریف میں ساری داستان سنائی تو پھر تو روتی بھی

Marfat.com

رہیں اور دعائیں بھی کرتی رہیں۔ جب پاکستان واپسی ہوئی اور ایئرپورٹ پر اترے تو بچہ استقبال کے لئے موجود تھا۔ اب بحمداللہ دوڑتا پھرتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر شیر محمد خان صاحب مہربان ہوئے اور ہسپتال کی ادویات بھی مفت کر دیں، ڈیڑھ دو لاکھ کے اخراجات سے بھی بچ گئے، وللہ الحمد۔

ایک سال بعد پھر ڈاکٹر شیر محمد خان نے کہا کہ اس نوعیت کا یہ پہلا کیس ہے۔ اب ڈاکٹروں کے بورڈ کا فیصلہ ہے کہ بچے کا پاؤں کاٹنا ہے، میں نے اجازت نہ دی تو کہا اچھا ہڈی کا آپریشن کر کے یہ معلوم کرنے دیں کہ کینسر موجود ہے یا ختم ہو گیا ہے میں نے علماء کے مشورہ سے اس کی اجازت دی، آپریشن ہوا، ہڈی کی لیبارٹری کی رپورٹ آئی کہ کینسر بالکل ختم ہو گیا ہے، ایک جرثومہ بھی باقی نہیں رہا۔ وہ بچہ اب زندہ ہے، بیس پارے قرآن یاد کر لیا ہے، اپنی شکل وصورت عود کر آتی ہے، والحمدللہ علیٰ ذلک۔ اسے میں والدہ ماجدہ کی خدمت کا نقد ثمرہ ہی کہہ سکتا ہوں یا پھر آپ بزرگوں کی مخلصانہ دعاؤں کی برکت ہے۔ اللہ کریم شکر گزاری کی اہلیت عطا فرما دے۔ (آمین) .....

ہزار برق گرے لاکھ آندھیاں اُٹھیں
مگر وہ پھول کھلے جو کہ کھلنے والے تھے

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی تازہ، عظیم اور شاہکار علمی پیش کش

شرح شمائل ترمذی

(تین جلد مکمل)

ایک نادر تحفہ

تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

ایک عظیم خوشخبری

حدیث کی جلیل القدر کتاب شمائل ترمذی کی سہل و دلنشین تشریح، سلجھی ہوئی سلیس تحریر، اکابر علماءِ دیوبند کے طرز پر تفصیلی درسی شرح، لغوی تحقیق اور مستند حوالہ جات، متعلقہ موضوع پر ٹھوس دلائل و تفصیل، رواۃِ حدیث کا مستند تذکرہ، متنازعہ مسائل پر تحقیق اور قولِ فیصل، معرکۃ الآراء مباحث پر جامع کلام، علماءِ دیوبند کے مسلک و مزاج کے عین مطابق، جمالِ محمد ﷺ کا محدثانہ منظر، نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے، اردو زبان میں پہلی بار منصۂ شہود پر ...... جدید ایڈیشن میں تمام حوالہ جات اور عربی عبارات کا بھی اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

صفحات : 1220 .... قیمت : 750 روپے

القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

مولانا عبدالقیوم حقانی کی تصنیفات

Marfat.com